عبرۃ لاولی الالباب

عبرت

یعنی

تفسیر الفرقان فی معارف القرآن کا

وہ حصہ جس میں سورۂ یوسف کی معنی خیز تفسیر ہے

از

خواجہ محمد عبد الحی فاروقی

استاد تفسیر و ناظم دینیات

جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

تعداد طبع ایکہزار — سنہ ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۶ء

جملہ حقوق محفوظ

تنقیحات

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
سورۃ کا نام	۱		
مقام نزول	۲	**باب اول**	
ترتیب مضامین	۳	انہ من یتق ویصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین	
بائبل اور قرآن	۴	**فصل اوّل**	
قصہ لوط کا حقیقی حاصل	۵	تاویل الاحادیث کی تعلیم	
موضوع سورۃ	۷	سرّ دلبراں	۱۴
اجمال کی تفصیل	۸	احسن القصص کا مطلب	۱۵
جذبہ امانت	۹	رویائے صادقہ	۱۶
بقیہ حصۂ خواب	۱۰	خواب کی تعبیر	۱۶
رجوع الی المقصود	۱۱	یعقوب کے واقعات	۱۷
تدبیر الٰہی کی طرف توجہ	۱۲	آیات للسائلین	۱۸
تنبیہ	۱۳	مشورۂ قتل	۱۹

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ابناے یعقوب	۲۰	برہان رب	۳۶
تدبیر الٰہی	۲۱	عبادنا المخلصین	۳۷
باپ سے درخواست	۲۱	امراۃ العزیز کی فریب کاری	۳۸
صبر جمیل	۲۳	عزیز کا فیصلہ	۳۹
حضرت عائشہ	۲۵	ایک اور حیلہ	۴۰
ایک سوال	۲۶	اعتراف شکست	۴۱
یابشریٰ	۲۶	السجن احب الی	۴۲
لطف خداوندی	۲۸	شرف اجابت	۴۳
فوطیفار کی فراست	۲۹	ساقی و نان پز	۴۴
استدلال و استشہاد	۳۰	اعلان توحید	۴۴
فصل ثانی		اللہ کے بندوں کا طریق عمل	۴۵
ان اللہ لا یہدی کید الخائنین		حقیقی تعبیر	۴۸
عباد اللہ	۳۲	ایک غلط فہمی کا ازالہ	۴۹
امراۃ العزیز کی کوشش	۳۳	بادشاہ کا خواب	۵۱
عصمت و پاکدامنی	۳۴	ذریعہ نجات	۵۲
معنی خیز تفسیر	۳۵	الزامات کی تحقیق	۵۳

مضمون	صفحہ
امراۃ العزیز کی شہادت	۵۵
محققین کی رائے	۵۶
تمکین فی الارض	۵۷
حسن عقیدت کے اسباب	۵۸
حفیظ علیم	۵۹
بصائر و حکم	۶۰
باب دوم	
قد جعلها ربی حقا	
فصل اول	
لتنبئنهم بامرهم هذا وهم لا یشعرون	
بھائیوں کی آمد	۶۳
بن یامین کی روانگی کی اجازت	۶۵
جھوٹا قابل اعتبار نہیں رہتا۔	۶۶
وعلیہ فلیتوکل المتوکلون	۶۷
پیالے کی چوری۔	۶۸

مضمون	صفحہ
کس نے پیالہ رکھا	۶۹
کدنا لیوسف	۷۰
انتم شر مکانا	۷۱
مشورہ کے مطابق بیان	۷۳
صبر جمیل	۷۴
اعتماد علی اللہ	۷۴
انتہائے صبر	۷۶
استعجاب و حیرت	۷۷
حجۃ اللہ البالغہ	۷۹
کرشمہ ہائے قدرت	۷۹
علم النفس کا مسئلہ	۸۰
بعض امراض	۸۱
عجائبات قدرت	۸۱
اقسام قمیص	۸۲
قد جعلها ربی حقا	۸۳
یوسف کی دعا	۸۴

مضمون	صفحہ
پند و موعظت	۸۵

فصل دوم

مضمون	صفحہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	
محمد الرسول اللہ	۸۷
حضرت یوسف علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۸۸
انبیائے کرام کا طرز عمل	۹۱
عاقبت کار	۹۲
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا طریق کار	۹۳
ہدایت و رحمت	۹۴

تمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ، وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

سورۂ یوسف

(رکوع، ۱۲ - آیات، ۱۱۱)

سورۃ کا نام

قرآن حکیم میں بعض سورتیں ایسی بھی ہیں، جن کے کئی کئی نام اُن کی خصوصیات کی بنا پر ذکر کیے گئے ہیں، مگر یہ سورۂ مبارکہ ان ممتاز سورتوں میں سے ہے، جس کا صرف ایک ہی نام ہے، اور وہ سورۂ یوسف ہے، اگر تمام قرآن کو آپ ایک مرتبہ دیکھ جائیں، تو آپ پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ سورۂ یوسف کے علاوہ اس کتاب عزیز میں صرف دو مرتبہ حضرت یوسف علیہ السلام کا اسم گرامی ذکر کیا گیا ہے، ایک جگہ سورۂ انعام میں ہے: ووھبنا له اسحٰق ویعقوب کلاً ھدینا ونوحاً ھدینا من قبل ومن ذریته داؤد وسلیمان وایوب ویوسف وموسیٰ وھارون وکذلک نجزی المحسنین (۶: ۸۴)

اور ہم نے ان کو اسحٰق اور یعقوب بخشے، اور سب کو ہدایت دی، اور پہلے نوح کو بھی ہم نے ہدایت دی تھی، اور اُن کی اولاد میں سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو بھی، اور ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں، دوسرے مقام پر یوں ارشاد ہوا:

ولقد جاءکم یوسف من قبل بالبینٰت فما زلتم فی شک مما جاءکم بہ،

(۴۰: ۳۴) اور پہلے یوسف بھی تمہارے پاس نشانیاں لیکر آئے تھے، تو وہ جو لائے تھے اُس سے تم ہمیشہ شک ہی میں رہے، ان دو مواقع کے علاوہ اور کہیں بھی آپ کا تذکرہ نہیں آیا، اور آپ کے سوانح حیات جس قدر سرمایۂ عبرت و بصیرت اپنے اندر رکھتے تھے، ان سب کو ایک ہی جگہ اس سورۃ میں بیان کیا گیا ہے، چونکہ اس سورت میں تمام تر قصّہ حضرت یوسف علیہ السلام ہی کا ہے، اس لیے اس کا نام سورۂ یوسف قرار پایا۔

مقام نزول

اس امر پر مفسرین کرام کا قاطبتہً اتفاق ہے کہ یہ سورۃ تمام و کمال مکّہ مبارکہ ہی میں نازل ہوئی ہے۔

ترتیب مضامین

ابتدائی آیات میں ان نتائج کا ایجاز و اختصار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، جو اس قصّہ کے حقیقی اغراض و مقاصد ہیں، آیت ۴ سے حضرت یوسف کے واقعات و حالات کی تفصیل شروع ہوتی ہے، حیات یوسفی کے یہ حوادث و سوانح آیت ۱۰۱ پر جا کر ختم ہو جاتے ہیں، آیت ۱۰۲ سے پڑھنے والے کا ذہن اس حقیقت کی طرف منتقل کیا جاتا ہے کہ اس قصّہ کے بیان کرنے کا منشا کیا تھا، گویا

خوش تر آں باشد کہ سرِّ دلبراں، گفتہ آید در حدیثِ دیگراں!

ابن یعقوب علیہما السلام کا ذکر کر کے قارئین کرام کو یہ بتا دیا جائے کہ یہی واقعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آئیں گے، اور انھیں نتائج کا ظہور ہوگا جو یوسف کنعاں کے لیے منصۂ شہود پہ جلوہ فرما ہوئے، پس یہ سورۂ یوسف پیشین گوئی کے رنگ میں رحمۃ اللعالمین ہی کی سوانح عمری ہے۔

آگے چل کر فرمایا کہ رشد و ہدایت کسی انسان کے ہاتھ میں نہیں ہے، بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، لوگوں کی حالت یہ ہے کہ وہ زمین و آسمان میں صدہا قسم کی نشانیاں دیکھتے ہیں، مگر پھر بھی اُن کی چشم بصیرت وا نہیں ہوتی، کیا عجب ہے کہ اس جرم عظیم کی پاداش میں وہ کسی شدید ترین ناگہانی عذاب میں نہ مبتلا کر دیے جائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب و حواریین جو شب و روز فرزندان آدم کو راہِ حق و صدق کی دعوت دیتے ہیں، تو ظن و تخمین کی بنا پر نہیں، بلکہ علیٰ وجہ البصیرۃ، اس پر بھی یہ لوگ اپنی کج روی ترک نہ کریں، تو مصلحین و دعاۃ کو ملزم نہیں قرار دیا جا سکتا، یہ مضمون آیت ۱۰۸ پر ختم ہو جاتا ہے۔

دنیا میں آج تک یہی دستور چلا آیا ہے کہ مردوں ہی میں سے انبیاء و رسل کا انتخاب کیا گیا ہے، پھر جن لوگوں نے ان ارباب خیر و صلاح کی مخالفت کی، وہ ہمیشہ ناکام رہے چنانچہ امم ماضیہ کے واقعات بکثرت اس کلیہ کی تائید میں پیش کیے جا سکتے ہیں، جب انبیاء کرام ان لوگوں کے ایمان و اسلام سے بالکلیہ مایوس ہو جاتے ہیں، تو اللہ تعالےٰ اپنے مخلص بندوں کو چن لیتا ہے، ان پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے اور معاندین کو برباد کر دیتا ہے، یہاں تک آیت ۱۱۰ ختم ہو جاتی ہے، سب سے آخری آیت میں فرمایا کہ ان قصص و حکایات کا تذکرہ افسانہ گوئی کی غرض سے نہیں کیا گیا، بلکہ مقصود عبرت و بصیرت، تصدیق و تفصیل اور ہدایت و رحمت ہے، اور اسی پر سورۂ یوسف کو ختم کر دیا گیا۔

بائبل اور قرآن

قرآن بھی گذشتہ اقوام و امم کے واقعات و حوادث بیان کرتا ہے اور بائبل بھی، مگر دیکھو دونوں کے انداز بیان میں کس قدر فرق ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام و بنی اسرائیل کے واقعات تورات کی چار کتابوں میں بیان کیے گئے ہیں، کیوں کہ مقصود تاریخ محض تھا، لیکن قرآن حکیم نے جس قدر بیان کیا ہے وہ زیادہ سے زیادہ تین چار صفحوں میں آسکتا ہے، کیوں کہ مقصود عبرت و موعظت، استدلال و استشہاد، اور جمع نتائج تھا، قرآن صرف حضرت موسیٰ کی پیدائش، خروج، محاربہ فلسطین، و عمالقہ، اور پھر بعد از موسیٰ میں سے صرف قصہ طالوت و عہد داؤد و سلیمان کو بالاختصار بیان کرتا ہے، اور ان کے نتائج پر توجہ دلا کر دوسری طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

حضرت لوط کے واقعات کتاب پیدایش کے تین صفحوں میں آئے ہیں، لیکن قرآن حکیم تمام سوانح لوط میں سے صرف اسی قدر حاصل سخن لے لیتا ہے:-

ولما جاءت رسلنا لوطا سیٔ بهم وضاق بهم ذرعا وقال هذا یوم عصیب ۝ وجاءه قومه یهرعون الیه ومن قبل کانوا یعملون السیات ط قال یقوم هؤلاء بنتی هن اطهر لکم فاتقوا الله ولا تخزون فی ضیفی الیس منکم رجل رشید

اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے، تو وہ ان کے آنے سے غمناک اور تنگ دل ہوئے، اور کہنے لگے کہ آج بڑی مشکل کا دن ہے، اور لوط کی قوم کے لوگ ان کے پاس بے تحاشا دوڑتے ہوئے آئے اور یہ لوگ پہلے ہی سے فعل شنیع کیا کرتے تھے، لوط نے کہا کہ بھائیو یہ جو میری قوم کی لڑکیاں ہیں، یہ تمہارے لیے پاک ہیں تو خدا سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے بارے میں میری آبرو نہ کھوؤ، کیا تم میں کوئی بھی شائستہ آدمی نہیں،

قالوا لقد علمت ما لنا في بنٰتك
من حق ۚ وانك لتعلم ما نريد ۝
قال لو ان لي بكم قوة او اوي
الى ركن شديد ۝ قالوا يا لوط
انا رسل ربك لن يصلوا اليك ۝
فاسر باهلك بقطع من الليل
ولا يلتفت منكم احد الا امراتك
انه مصيبها ما اصابهم ان موعدهم
الصبح اليس الصبح بقريب ۝
فلما جاء امرنا جعلنا عاليها سافلها
وامطرنا عليها حجارة من سجيل ۝
مسومة عند ربك وما هي من
الظلمين ببعيد ۝ (۱۱: ۷۷ تا ۸۳)

وہ بولے تم کو معلوم ہے کہ تمہاری قوم کی بیٹیوں کی ہمیں کچھ حاجت نہیں، اور جو ہماری غرض ہے اُسے تم جانتے ہو۔ لوط نے کہا اے کاش مجھ میں تمہارے مقابلہ کی طاقت ہوتی، یا میں کسی مضبوط قلعے میں پناہ پکڑ سکتا، فرشتوں نے کہا کہ لوط! ہم تمہارے پروردگار کے فرشتے ہیں یہ لوگ ہرگز تم تک نہیں پہنچ سکیں گے تو کچھ رات رہے سے اپنے گھر والوں کو لیکر چل دو اور تم میں سے کوئی شخص پیچھے پھر کر نہ دیکھے مگر تمہاری بیوی کہ جو آفت اُن پر پڑنے والی ہے، وہی اس پر پڑے گی، ان کے عذاب کے وعدے کا وقت صبح ہے اور کیا صبح کچھ دور ہے۔ تو جب ہمارا حکم آیا ہم نے اُس بستی کو اُلٹ کر نیچے اوپر کر دیا، اور ان پر پتھر کی تہ بتہ یعنی پے درپے کنکریاں برسائیں جن پر تمہارے پروردگار کے ہاں سے نشان کیے ہوئے تھے، اور وہ بستی ان ظالموں سے کچھ دور نہیں۔

اب غور کرو، سارے قصہ لوط کا حقیقی حاصل یہی ہے۔ اور جتنا واقعہ بیان کیا ہے، اس کے انداز بیان، خواتیم آیات، اور جابجا کے اشارات میں کس طرح ہدایت و تنبیہ و موعظۃ و بصیرۃ کو ملحوظ رکھا ہے، برخلاف اس کے صفحات پیدائش و خروج ان حکم و بصائر سے یکسر خالی ہیں، البتہ نہایت تفصیل سے ایک بے اثر قصہ جمع کر دیا ہے: لا یسمن و لا یغنی من جوع۔

حضرت لوط وغیرہم کا نسب نامہ، وطن کی حالت، قوم کی بدکاریوں کے شرح واقعات، آپس کا سوال و جواب، بعد از عذاب کی حالت، ان تمام امور کو قرآن نے بالکل نظرانداز کر دیا ہے اور ہمیشہ

بہ تتبع قرآن، ہر حکیم اجتماعی نظرانداز کردیگا۔

اب سورۂ یوسف کو لیجیے، غیر ضروری ٹکڑوں کو کس طرح نظرانداز کردیا ہے، بھائی مشورہ کرتے ہیں، کہ باپ سے یہ جاکر کہیں گے، اب چاہیئے کہ انکا باپ کے پاس جانا، اور طے شدہ مشورہ کے مطابق باتیں کرنا بھی بیان کیا جائے، داستان سرا اس قسم کے ٹکڑوں کو ہمیشہ دو جگہ دکھلائیگا، ایک مشورہ کے وقت، ایک ملاقات پدر کے وقت، تورات میں ایسا ہی ہے، لیکن قرآن صرف ایک موقع کو لے لیتا ہے، اور چونکہ دوسرے موقع پر اسی کے مطابق کام ہوا ہے، اس لیے اُس کو بیان نہیں کرتا، ارجعوا الیٰ ابیکم۔ الیٰ۔ وسئل القریۃ التی کنا فیھا والعیر التی اقبلنا فیھا وانا لصٰدقون، اب اس کے بعد ہی باپ کا جواب ہے، قال بل سوّلت لکم انفسکم امرا الخ۔

پھر جس مقام پر اشخاص کے ناموں سے کوئی خاص نتیجہ یا اثر نہیں مرتب ہوتا وہاں ان کے نام بھی نہیں لیے جاتے، یوسف کے بھائیوں کے نام نہیں تبلائے کیونکہ ان سے کوئی فائدہ نہ تھا، اور اہل کتاب کو معلوم کتاب پیدائش نے نہ صرف ان بھائیوں کے نام ذکر کیے ہیں، بلکہ ان کے حالات بھی بیان کیے ہیں۔

اسی طرح بائبل اور قرآن میں بیان قصص و اخبار امم ماضیہ میں زمین و آسمان کا فرق دکھائی دے گا، ہم نے صرف اجمالی اشارہ کردیا ہے، تفصیل کے لیے آپ خود قرآن اور بائبل کا مقابلہ کیجیے، قرآن نے صرف ۹۷ آیات میں نہایت ہی معنی خیز و دلاویز ترتیب کے ساتھ حضرت یوسف کا نہ صرف پورا قصہ بیان کردیا ہے، بلکہ تمام حکم و بصائر اور نتائج و شواہد کو بھی بے حجاب کردیا ہے کہ یہی مقصد حقیقی تھا جو قرآن کے صرف تین صفحات میں آگیا ہے، بخلاف اس کے کتاب پیدائش نے پورے ۲۵ صفحوں میں ایک بے اثر قصہ بیان کردیا ہے، جو عبرت و بصیرت، اور پند و موعظت سے

بالکل خالی ہے۔

موضوع سورۃ

جن لوگوں نے عمیق غور و فکر، اور دقت نظر سے سورۂ یوسف کا درس و مطالعہ کیا ہے وہ تو اس حقیقت سے خوب واقف ہیں کہ اس تمام سورۂ مبارکہ میں کن حِکم و بصائر کی طرف بلیغانہ انداز میں توجہ دلائی گئی ہے، لیکن عام لوگ جب ان واقعات کی رفتار کو دیکھتے ہیں، تو یکسر حیرت و استعجاب بن جاتے ہیں کہ کہاں قتل کا مشورہ، مصر کی غلامی، قید کی زندگی، اور کہاں تخت مصر، خزائن ملکی، اور تمکین فی الارض۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت یوسف کے ساتھ جو کچھ گذرا وہ یقیناً حیرت انگیز ہے، دیکھیے ابنائے یعقوب ان کے قتل کا مشورہ کرتے ہیں، مگر ایک بھائی کی رائے ان سب پر غالب آجاتی ہے، اور وہ کنوئیں میں ڈال دیے جاتے ہیں، وہاں سے غلامانہ حیثیت میں مصر پہنچتے ہیں، عزیز مصر اپنی بیوی سے کہتا ہے: اکرمی مثواہ عسیٰ ان ینفعنا او نتخذہ ولدا، کچھ مدت بعد امراۃ العزیز اور لامات مصر کے حوادث کی بنا پر وہ کئی سال تک قید خانہ کی تنگ و تاریک کوٹھریوں میں رہتے ہیں، اب وہ خواب ہمارے سامنے آتا ہے جسے بادشاہ نے دیکھا، اور جس کی تعبیر دیکر وہ خزائن مصر کے مالک بن گئے۔

واقعات کی یہ ایک کڑی تھی، اب اس کا دوسرا سلسلہ ملاحظہ ہو، برادران یوسف تین بار غلہ کی خاطر دربار مصر میں آتے ہیں، اور آخری ملاقات ذریعہ تعارف بن جاتی ہے، حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے تمام خاندان کو لیکر دیدار یوسفی سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرتے ہیں، یوسف کا خواب پورا ہوتا ہے، اور اس پر وہ قدوس حق نواز کا شکر ادا کرکے توفنی مسلما والحقنی بالصالحین کی دعا مانگتے ہیں۔

جس وقت باپ و بیٹے کی ملاقات ہوئی ہے، اور بیٹے نے اپنے تمام سابقہ حالات باپ سے بیان کر دیے تو آخر میں انھوں نے کہا: ان ربی لطیف لما یشاء انہ ھو العلیم الحکیم درصل یہی آیت اس سورہ مبارکہ کا موضوع ہے، یہی مغز سخن ہے اور یہی محور کلام ہے، وہ بتانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنے کام اسی طرح کیا کرتا ہے، عام لوگ اس کی کنہ اور حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے، مگر سرائر و محجوبات کا جاننے والا اپنی حکمت و مصلحت سے اس کو پورا کر دیتا ہے، اور پھر سب کے سب اسی کے اسرار و مصالح بیان کرنے لگ جاتے ہیں۔

اجمال کی تفصیل

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت یوسف ایک خواب دیکھتے ہیں جس کی نسبت حضرت یعقوب کو یقین کامل ہے کہ اس خواب کا دیکھنے والا ایک نہ ایک روز حیرت انگیز جاہ و جلال کا مالک ہوگا، مگر وہ حیران ہیں کہ ہم جھونپڑوں میں رہتے ہیں، فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرتے ہیں یہ خواب پورا ہوگا تو کیوں کر، اب تم اللہ تعالیٰ کی کرشمہ سازی دیکھو۔

کسی نہ کسی طرح اس خواب کی اطلاع بھائیوں کو ہو جاتی ہے، ان میں سے ہر شخص اس امر کا آرزو مند تھا کہ وہ ابراہیم کی نبوت، اسحق کے علوم و معارف، اور یعقوب کے فضائل و کمالات کا وارث ہو، مگر جب انھوں نے یوسف کا خواب سنا تو وہ سمجھ گئے کہ یہ شرف و مجد تو اس لڑکے کو ملا چاہتا ہے، اس کو باپ سے الگ کر دو، جب یہ نہ ہوگا تو بدرجہ مجبوری یہی امانت ہمارے سپرد کر دی جائے گی، چنانچہ انہوں نے آتش حسد سے جل کر اس کے قتل پر کمر باندھی، مگر یہاں اس علیم و حکیم کی لطف فرمائی دیکھو کہ انہوں نے یہ ارادہ بدل دیا اور اسے کنوئیں میں پھینک کر چلے گئے۔

یوسف اندھیرے کنوئیں میں ہیں مگر خدا نے ان کا ساتھ نہیں چھوڑا، ایک قافلہ آتا ہے جو

انہیں عزیز مصر کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے، اور یوں انھیں ایک حد تک اطمینان نصیب ہوتا ہے، جہاں وہ سالہا سال تک رہتے ہیں، تمام نظم و ادارہ کے مالک ہیں، اور جس طرح چاہتے ہیں ہر چیز میں تصرف کرتے ہیں۔

ایسا کیوں ہوا، اس کا سبب ظاہر ہے، حضرت یوسف خواب دیکھتے ہیں کہ وہ آیک نہ ایک وقت کسی ملک کے حاکم اعلیٰ ہوں گے، ان کے ذریعہ سے ان کے خاندان کے تمام افراد عزت و سرفرازی کی زندگی بسر کریں گے، مگر بظاہر حالات یہ صورت ممکن نہ تھی، بلاشبہ یہ اللہ کے اختیار میں ہے کہ وہ ایک شخص کو تختہ خاک سے اٹھا کر تخت شاہی پر بٹھا دے، مگر ایسا ہوتا نہیں، اس لیے ضرورت تھی کہ ایسے اسباب پیدا کر دیے جائیں جن کا آخری نتیجہ کسی ملک کی حکومت و پادشاہت ہو، مگر حکومت ملنے سے پیشتر یہ ضروری تھا کہ وہ ان تمام لوازمات سے متصف ہوں، جو فرماں روائی کے لیے ضروری ہیں، کنعان میں یہ ممکن نہ تھا، اس کے قریب ترین اگر کوئی ملک تھا تو وہ مصر تھا، جہاں ایک باقاعدہ حکومت تھی، مگر مصری آج کل کے ہندوؤں کی طرح چھوت چھات کے پابند، اور عبریوں کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اس لیے یہ صورت اختیار کی گئی کہ بھائیوں نے غصہ میں آکر انھیں کنوئیں میں پھینک دیا، اور قافلے نے ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیا، جس کا گھر سیاسیات مصر کا مرکز تھا، اور اس طرح سالہا سال تک حضرت یوسف کو نظم و نسق ملک، سیاسیات مصر، اور معاشرتی و اخلاقی نشو و ارتقا کی تعلیم کے کسب و حصول کا موقعہ ملا، اور ولنعلمہ من تاویل الاحادیث کی حقیقت مستورہ بے حجاب ہوئی۔

جذبۂ امانت

حکومت کے لیے اگر ایک طرف یہ ضروری ہے کہ صاحب تخت و تاج، فن سیاست کا ماہر

نظم و ادارۂ شئونِ ملکی سے واقف، اور تمام علوم و فنون میں درخورِ وافی رکھتا ہو، تو اُس کے لیے یہ بھی لازمی ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کا امین ہو، اُس کی امانت و دیانت، اور عدل و انصاف پر سب کو اعتماد کامل ہو، اس لیے کہ اگر اس نے دورانِ حکومت میں خیانت کی تو امنِ عامّہ کا قیام ناممکن ہے، اور رعایا کا ایک فرد بھی اپنے آپ کو مامون خیال نہ کرے گا۔

عزیزِ مصر کے گھر میں رہ کر حضرت یوسف علیہ السّلام تاویل احادیث کی تعلیم رضی اللہ المتعال حاصل کر چکے ہیں، اب اُن کے جذبۂ امانت کے اظہار و اعلان کا وقت آتا ہے، امراۃ العزیز اور لائمات مصر کے حوادث رونما ہوتے ہیں، اور ان سب پر یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ یوسف انسان نہیں، فرشتہ ہے، مگر صرف عزیزِ مصر اور عورتوں کا اعتراف کافی نہیں، انھیں تو ملکِ مصر کا بادشاہ ہونا ہے، جب تک تمام ملک ان کے علم و دیانت سے واقف نہ ہو جائے، وہ کیسے اس منصبِ جلیل پر فائز ہو سکتے ہیں، اس لیے وہ قید ہوتے ہیں، بادشاہ کے خواب کی تعبیر بیان کرتے ہیں، اور جب تک زنانِ مصر اس حادثہ فاجعہ کی حقیقت کو برسرِ دربار بیان نہیں کرتیں، وہ قید خانہ سے نکلنا گوارا نہیں کرتے، بالآخر وہ اپنے جرم کا اقرار کرتی ہیں، شاہِ مصر، ارکانِ حکومت اور تمام رعایا کو معلوم ہو جاتا ہے کہ سرزمینِ مصر میں یوسف سے بڑھ کر نہ تو کوئی علمِ صحیح کا مالک ہے، اور نہ کوئی صاحبِ دیانت و امانت، پس ان کو وہ سب کچھ ملا، جس کے وہ حق دار تھے۔

بقیۂ حصّۂ خواب

مگر اس عجیب و غریب خواب کا ایک حصّہ ابھی باقی ہے، شدید ترین قحط پڑا جو کئی سال تک رہا، دربار میں بھائیوں کا تعارف ہوا، اور انجامِ کار سب کے سب مصر میں آ کر آباد ہو گئے، اور شاہانہ زندگی بسر کرنے لگے۔

رجوع الی المقصود

کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ واقعات کی جو رفتار تھی اس کا یہی نتیجہ نکلنے والا تھا، مگر اللہ کے علم میں یہ سب کچھ تھا، اور اس نے اپنی حکمت کی بنا پر یہ کیا، اب پھر تم ایک مرتبہ اس قصہ پر نگاہ ڈالو، اور یوسف کے اس ارشاد کو دیکھو: ان ربی لطیف لما یشاء انہ ھو العلیم الحکیم، اس تفصیل کے بعد اب تم حضرت یعقوب علیہ السلام کے ان اقوال کو بھی سمجھ جاؤ گے: ان ربک علیم حکیم، (۱۲: ۶) بل سولت لکم انفسکم امرا فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون، (۱۲: ۱۸) بل سولت لکم انفسکم امرا فصبر جمیل عسی اللہ ان یاتینی بھم جمیعا انہ ھو العلیم الحکیم (۱۲: ۸۳) یا بنی اذھبوا فتحسسوا من یوسف واخیہ ولا تایئسوا من روح اللہ، (۱۲: ۸۷)

یہ اس خدائے قدوس کی لطف فرمائی ہے، جو لطیف ہے، علیم ہے، اور حکیم ہے، وہ جب کسی کام کو پورا کرنا چاہتا ہے، تو اس طرح اس کے لیے اسباب فراہم کر دیتا ہے کہ مخالف تو مخالف اپنوں کو بھی اس کا وہم و گمان نہیں ہوتا، اسی کا نام اصطلاح میں تدبیر ہے، اور سورۂ یوسف تدبیر الٰہی کی ایک مثال ہے، حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کا پہلا باب یہ قرار دیا ہے: باب الابداع والخلق والتدبیر، پھر آگے چل کر انہوں نے تدبیر کی ان الفاظ میں تعریف لکھی ہے:-

والثالثۃ، التدبیر، ومرجعہ الی تصییر حوادثھا موافقۃ للنظام الذی تقتضیہ حکمتہ مفضیۃ الی المصلحۃ التی اقتضاھا جودہ	اور تیسری قسم تدبیر ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ حوادث و واقعات کو اس طرف لیجانا جو اس نظام الٰہی کے مطابق ہو جسے اس کی حکمت تدبیر چاہتی ہے تاکہ وہ مصلحت پوری ہو جو اس کے جود و بخشش کا مقتضا ہے

كما انزل من السحاب مطرا واخرج
به نبات الارض لياكل منه الناس
والانعام فيكون سببا لحيوتهم الى
اجل معلوم، وكما ان ابراهيم
صلوات الله عليه القى فى النار
فجعلها الله بردا وسلاما ليبقى حيا
وكما ان ايوب عليه السلام كان
اجتمع فى بدنه مادة المرض فانشاء
الله عينا فيها شفاء مرضه، وكما ان
الله تعالى نظر الى اهل الارض فمقتهم
عربهم وعجمهم فاوحى الى نبيه صلى الله
عليه وسلم ان ينذرهم ويجاهدهم ليخرج
من شاء من الظلمت الى النور۔

مثلاً آسمان سے پانی نازل کرتا ہے کہ ایک
زمانہ معلوم تک انسان وحیوان نباتات وحبوب
کھا کر اپنی زندگی کے دن پورے کر سکیں، ابراہیم
علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے تو اُن کو زندہ رکھنے
کے لیئے اسی آگ کو بردو سلام بنا دیا گیا، ایوب
کے جسم میں مادہ فاسد جمع ہو گیا تو اللہ نے اسی
جگہ ایک چشمہ پیدا کر دیا جو اس مرض کا علاج تھا،
عرب وعجم جب سب کے سب خدا کی نظر میں مبغوض
وممقوت بن گئے تو اُس نے رسول اللہ کو انذار
وجہاد کے لیے مبعوث کیا تاکہ جس کا جی چاہے
ظلمت وتاریکی کفر وضلالت سے نکل کر نور
وہدایت اسلام کی طرف آجائے۔

گویا حضرت یوسف علیہ السلام کے سوانح وحالات بیان کر کے فرزندان اسلام کو تدبیر الٰہی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ وہ اس میں درس وفکر کریں اور یاس انگیز وحسرت ناک حالات میں بھی خدا کی رحمت سے نااُمید نہ ہوں، وہ جو غلامی سے نکال کر بادشاہت تک پہنچا سکتا ہے، وہ جو فعال لما یرید ہے اس پر اعتماد کر کے دیکھو، اپنی قابلیت کو ضائع نہ ہونے دو، جہانبانی وجہانداری میں کمال پیدا کرو، مقاصد حیات سے ایک انچ ادھر ادھر نہ ہو، اجتناب من الشرک والمعاصی تمہارا طغرائے امتیاز ہو، ورع وتقویٰ

اور صبر و استقامت تمہارا طرۂ افتخار رہو، تو پھر دیکھو وہ کارساز حقیقی کس طرح تمہاری نصرت و یاوری کرتا ہے اور کس کس طرح انہ من یتق ویصبر، فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین پر اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

یہ سورت ایک درس حقیقت ہے کہ جو لوگ تقوی اور صبر سے اعتصام و تمسک کرتے ہیں اللہ تعالےٰ اُن کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑتا، ان کو بہرصورت شادکام و بامراد کرتا ہے اور واقعات خواہ کیسے ہی مدہش والمناک ہوں، مگر وہ اُنھیں حوادث کو متقین و صابرین کے حق میں موجب خیر و برکت بنا دیتا ہے: ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ، ان اللہ بالغ امرہ۔

تنبیہ

حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات بیان کرنے میں احتیاط سے کام نہیں لیا گیا، بہت سی بے سروپا باتیں ہیں، جو ان کی طرف منسوب کی گئی ہیں، بیہودہ قصّے اور فرضی روایات ہیں جو زبان زد خلائق ہیں، اسرائیلی روایات کو بغیر نقد و اختبار کے قبول کر لیا گیا ہے، اور اب ان کی حیثیت ایک فرضی ہیرو کی سی رہ گئی ہے، ہم نے اپنی تفسیر میں صرف اُن باتوں کا ذکر کیا ہے، جن کو تمام اہل علم صحیح تسلیم کرتے ہیں، اور اُن تمام سے کلیتہً احتراز کیا ہے جنہیں محققین علمائے کرام نے پایۂ اعتبار سے ساقط قرار دیا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

باب ۱

انہ من یتق ویصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین ط

فصل اول

تاویل الاحادیث کی تعلیم

سرِّ دلبراں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۱) الرٰ تلک اٰیٰت	الرٰ، یہ روشن کتاب کی آیات ہیں، ہم نے اس
الکتٰب المبین (۲) انا انزلنٰہ قرءٰنا	قرآن کو عربی میں نازل کیا ہے تاکہ تم سمجھ سکو،
عربیا لعلکم تعقلون (۳) نحن نقص	ہم اس قرآن کے ذریعہ سے جو ہم نے تمہاری
علیک احسن القصص بما اوحینا	طرف بھیجا ہے، تم سے ان واقعات کا
الیک ھٰذا القرءان ، وان کنت من	بیان اچھی طرح کرتے ہیں، اگرچہ تم اس سے

قَبۡلِهٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِیۡنَ۔ قبل ان سے بے خبر تھے۔

احسن القصص لغت میں قص یقص کے معنی ہیں کسی چیز کو معلوم کرنے کے لیے پیچھے پیچھے چلنا' قرآن میں آتا ہے: وقالت لاخته قصیه (۲۸: ۱۱) اور اس کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے چلی جا' دوسری جگہ ہے فارتدا علی اثارھما قصصا' (۱۸: ۶۴) تو وہ اپنے پاؤں کے نشانات دیکھتے دیکھتے لوٹ گئے' قصص مفرد اور جمع دونوں طرح استعمال ہوتا ہے' قصہ کو اسی لیے قصہ کہتے ہیں کہ واقعات کے پیچھے پیچھے چلنا پڑتا ہے' احسن القصص کے معنی ہیں بیان کا بہترین طریق' احسن کا تعلق بیان سے ہے نہ کہ حکایت سے۔

یہ آیات اس کتاب کی ہیں جو حلال و حرام کو' رشد و غوایت کو' اور ہدایت و ضلالت کو واضح و روشن کر دیتی ہے' جو امم ماضیہ کے عبرت انگیز و بصیرت افروز واقعات بیان کرتی ہے' جو آنے والے حوادث کو پیشین گوئی کے طور پر ذکر کرتی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آیندہ کیا پیش آئے گا' آپ کی ذات اقدس پر جو آلام و مصائب نازل ہوں گے' اُن کے نتائج کیا نکلیں گے' ان تمام رموز و اسرار کو یہی کتاب بتاوے گی۔

اس قرآن کو ہم نے عربی میں نازل کیا کہ اس میں درس و فکر کر سکو' اس کے حکم و بصائر سے لطف اندوز ہو سکو' اور اس کی آواز حق و صدق کو دنیا کے ہر گوشہ اور کونہ میں پہنچا سکو' اس راہ میں مشکلات و موانع ہیں' تکالیف و شدائد ہیں' اور مصائب و عوائق ہیں' تمام دنیا تمہاری مخالفت پر کمر بستہ ہو جائے گی' اور کرۂ ارضی سے تمہیں نیست و نابود کرنے کی کوششیں ہوں گی' اس قرآن کی تبلیغ کیا ہے' گویا ایک جہان سے لڑائی مول لینا ہے' چوں کہ یہ سب کچھ اسی قرآن کی بدولت ہونے والا ہے' اس لیے ہم آج اُن تمام واقعات و حوادث کو بیان کیے دیتے ہیں جو آیندہ پیش آئیں گے' اور ساتھ ہی ان کے نتائج و ثمرات

بھی بتا دیں گے۔

ظاہر ہے کہ تمھیں ان آنے والے واقعات کی اس سے قبل کوئی اطلاع نہ تھی:
ماکنت تدری ما الکتٰب ولا الایمان‘ (۴۲: ۵۳) تم نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور
نہ ایمان کو‘ اور اگر بالفرض آپ جانتے بھی ہوتے تو پھر بھی تمہارے اختیار میں یہ
نہ تھا کہ اپنی زندگی کو اُن کے مطابق بناتے چلے جاتے‘ بلکہ یہ سراسر وحی والہام
ہے‘ اور قصۂ یوسف کے پیرایہ میں آپ کے سوانح وحالات بیان کیے گئے ہیں:۔

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

اس حقیقت مستورہ کی پردہ کشائی انشاءاللہ تعالیٰ کتاب کے آخر میں ہوگی۔

رویاے صادقہ۔

اس قدر تمہید کے بعد اب حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات کی تفصیل شروع ہوتی ہے جس کی ابتدا ایک خواب سے ہوئی جو حسب ذیل ہے:۔

(۴) اِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ — جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جان
إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ — میں نے خواب میں گیارہ ستاروں و سورج
وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ — اور چاند کو دیکھا ہے کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

ابھی یوسف بچہ ہی تھے کہ انھوں نے ایک حیرت انگیز خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے اور چاند اور سورج‘ سب کے سب اُن کے آگے سر بسجود ہیں‘ اور اُن کی عظمت و جلالت قدر کا اظہار کر رہے ہیں۔

خواب کی تعبیر

(۵) قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ
عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ
اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ
(۶) وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ
مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ
عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا
عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَ
اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

انہوں نے کہا کہ بیٹا اپنے خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا نہیں تو وہ تمہارے حق میں کوئی فریب کی چال چلیں گے، کچھ شک نہیں کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، اور اسی طرح خدا تمہیں برگزیدہ کریگا، اور باتوں کی تعبیر کا علم سکھائیگا، اور جس طرح اُس نے اپنی نعمت پہلے تمہارے پردادا ابراہیم اور اسحٰق پر پوری کی تھی، اسی طرح تم پر اور اولاد یعقوب پر پوری کرے گا، بیشک تمہارا پروردگار جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اجتباء مشتق ہے جبی سے اس کے معنی ہیں کسی چیز کو اپنے نفس کے لیے خالص کر لینا، تاویل اول سے ہے، اس کے معنی رجوع کرنا ہیں، تاویل کا مفہوم یہ ہے کہ محتملات کلام میں سے قوی احتمال کو بیان کر دیا جائے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو جس وقت نبوت ملی تھی، اور آپ کے بڑے بھائی عیسو کو اس شرف و مزیت سے محروم کر دیا گیا تھا تو اس نے یہ عہد کر لیا تھا کہ اپنے باپ اسحٰق کی وفات کے بعد میں یعقوب کو قتل کر دوں گا کہ اسی کی وجہ سے میں نبی نہ بن سکا، چنانچہ یعقوب کی والدہ ربقہ نے کہا: دیکھ تیرا بھائی عیسو تیری بابت اپنی تسلی کرتا ہے کہ تجھے مار ڈالے سو اس لیے اے میرے بیٹے تو میری بات مان، اُٹھ اور حاران میں میرے بھائی لابن کے پاس بھاگ جا، اور تھوڑے دن اُس کے ساتھ رہ جب تک تیرے بھائی کی جھنجھلاہٹ جاتی نہ رہے، اور تیرے بھائی کا غصہ تجھ سے نہ پھرے، اور جو تو نے اُس سے

کیا ہے، سو بھول جاوے تب میں تجھے وہاں سے بلا بھیجوں گی (پیدائش ۲۷: ۴۲ تا ۴۵)

انھوں نے یوسف کا خواب سُنا تو انھیں پورا یقین ہوگیا کہ ہمارا اصلی جانشین یہی ہے جو ابراہیم و اسحٰق کے علوم کا وارث ہوگا، اور نبوت مجھ سے منتقل ہوکر اس کے پاس جائیگی، اس پر انھیں اپنے تمام گذشتہ واقعات یاد آگئے، عیسو کی مخالفت، ان کے مار ڈالنے کی کوشش، اور انجام کار جلاوطنی، اور اس لیے انھیں یہ خیال پیدا ہوگیا کہ میرے باقی بیٹے اس خواب کی وجہ سے یوسف کے دشمن بن جائیں گے، اور اس کی جان لینے کی کوشش کریں گے، اس لیے انہوں نے سب سے پہلے انھیں یہ مشورہ دیا کہ وہ اس خواب کا ذکر بھائیوں سے نہ کریں، اور پھر یہ تعبیر دی،

(الف) اللہ تعالیٰ تجھے برگزیدگی اور امتیاز خاص نوازش فرمائے گا۔

(ب) تمھیں ایسی تعلیم دے گا کہ واقعات کو سُنکر ان کی کنہ و حقیقت اور علت العلل تک پہنچ جاؤ گے، خواب کی صحیح تعبیر دے سکو گے، اور فراست صادقہ کے نور سے ہر چیز کو اصلی صورت میں دیکھ لو گے۔

(ج) جس طرح تمھارے آبائے کرام ابراہیم و اسحٰق، نبوت کے منصب جلیل پر فائز ہوئے، تم بھی اس شرف و مجد سے سرفراز ہوگے،

دنیا میں ہزاروں لاکھوں انسان ہوتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی نظر انتخاب صرف ایک شخص پر پڑتی ہے، اُسے نبوت کے لیے چن لیتا ہے، اور وہی اس کی حکمت کو جانتا ہے: اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ، میرے بارہ لڑکے ہیں، مگر اس خواب سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے تمھیں اس فرض مقدس کے لیے چن لیا ہے۔

اٰیات للسائلین۔

(۷) لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ○ ہاں ہاں! یوسف اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں پوچھنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔

جو لوگ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے حضرت یوسف کے سوانح و حالات دریافت کرتے ہیں، انھیں تعین کر لینا چاہیئے کہ:

(۱) مکہ اور مدینہ میں وہی واقعات ظہور پذیر ہوں گے، جو کنعان و مصر میں صدیوں پیشتر وقوع میں آئے۔

(۲) آپ مثیل یوسف ہیں۔

(۳) تمام قریش اور بنی اسرائیل کو ایک دن اس نبی امی کے آگے خمیدہ گردن ہونا پڑے گا، جس طرح ابنائے یعقوب انجام کار یوسف کے آگے جھکے۔

مشورۂ قتل۔

(۸) اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِۣ (۹) اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۣ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ (۱۰) قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ○

جب انھوں نے آپس میں تذکرہ کیا کہ یوسف اور اس کا بھائی ہم سے زیادہ ابا کو پیارے ہیں، حالاں کہ ہم جماعت کی جماعت ہیں، کچھ شک نہیں کہ والد صریح غلطی پر ہیں، تو یوسف کو یا تو جان سے مار ڈالو یا کسی ملک میں پھینک آؤ، پھر والد کی توجہ صرف تمہاری طرف ہو جائیگی، اور اس کے بعد تم اچھی حالت میں ہو جاؤگے۔ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کو جان سے نہ مارو، کسی گہرے کنوئیں میں ڈال دو کہ کوئی راہ گیر نکال کر اور ملک میں لے جائیگا اگر تم کو کرنا ہی تو یوں کرو۔

عصبہ کے معنی مضبوط اور شدید ہونے کے ہیں، جماعت میں استحکام اور مضبوطی آجاتی ہے اس لیے اُس کو بھی عصبہ اور عصابہ کہتے ہیں، اس کا اطلاق گھوڑوں، پرندوں، اور مردوں کی جماعت پر ہوتا ہے، خواہ وہ دس ہوں یا دس سے زیادہ، یوسف کے خلاف مشورہ کرنے والے بھی دس ہی تھے، غیابۃ الجب، ہر وہ چیز جو کسی چیز کو غائب کرے اور چھپائے اسے غیابہ کہتے ہیں، جب کے اصلی معنی قطع کرنے کے ہیں، یہاں وہ کنواں مراد ہے جس کی مینڈ نہ ہو، غیابۃ الجب، کنوئیں کی تلیٹی جو گہرائی کی وجہ سے دکھائی نہ دے، یلتقطہ، رستہ میں سے کسی چیز کے اُٹھا لینے کو التقاط کہتے ہیں، اسی سے لقطہ اور لقیط ہے، سیارہ وہ قافلہ یا جماعت جو سفر کے لیے رستہ طے کرتی ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

از بطن لیاہ بیگم : روبن، شمعون، لاوی، یہوداہ، اشکار، زبلون۔

ایضاً زلفہ لونڈی : جد، آشر۔

〃 بلہا لونڈی : نفتالی، دان۔

〃 راحیل بیگم : یوسف، بن یامین، (کتاب پیدائش ۳۵ : ۲۳ تا ۲۶)

ان تمام بیٹوں میں سے صرف حضرت یوسف علیہ السلام ہی نبوت سے سرفراز ہوئے تھے، کتاب و سنت، تمام صحابہ، اور جمہور امت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ برادران یوسف میں سے کوئی بھی نبی نہ تھا، چنانچہ علامہ ابن حزم، حافظ ابن کثیر، اور جملہ مفسرین کرام اسی طرف گئے ہیں۔

یوسف اور بن یامین سب سے چھوٹے تھے، اس لیے حضرت یعقوب ان کی خاص طور پر حفظ و نگہداشت کرتے، مگر یہی غور و پرداخت برادران یوسف پر ناگوار گذری، ان کے

دل میں یہ شبہ روز بروز قوی تر ہوتا گیا کہ ہو نہ ہو یوسف ہی ہمارے والد کے علوم و معارف نبوت کا وارث ہوگا، اور ہم اس شرف و مزیت سے محروم رہ جائیں گے تو بہتر یہی ہے کہ اس کو جان سے مار ڈالو، یا کسی ایسی جگہ پھینک دو کہ پتہ نہ لگے، یہ افسوس ناک امر ہے کہ ہم جوان ہوں، قوت و طاقت والے ہوں، اور تعداد میں بھی زیادہ، مگر ہمیں تو کوئی نہ پوچھے اور جتنی محبت ہو وہ اس بچہ کے ساتھ۔

یہ ایک سازش ہے، اور گناہ کا مشورہ، مگر پروا نہیں جب یوسف نہ ہوگا تو باپ کی محبت خود بخود ہماری طرف رجوع کرے گی، پھر بعد کو توبہ بھی کر لیں گے۔

تدبیر الٰہی

یہ تو انسانی تدبیر تھی، مگر اللہ تعالٰی کی بات سب پر غالب ہے، اس کی غرض تو صرف اتنی تھی کہ یوسف کو کنعان سے نکال کر قریب ترین ملک میں پہنچا دیا جائے یہ بھائی ایک سبب بن گئے، انھوں نے تو قتل کا مشورہ کیا تھا، خدائے لطیف نے اپنی باریک ترین تدبیر سے کام لیا، اور خود اُن میں سے ایک نے یہ تجویز کر دی، کہ قتل کی ضرورت نہیں، گہرے کنوئیں میں ڈال دو، قافلہ والے اس کو کسی اور جگہ لے جائیں گے، اور تمہارا مقصد حاصل ہو جائیگا، تب روبن نے سن کے اس کو ان کے ہاتھوں سے بچایا، اور بولا، چاہیئے کہ ہم اسے قتل نہ کریں، اور اُن سے کہا کہ خونریزی نہ کرو، بلکہ اسے اس کنوئیں میں جو بیابان میں ہے ڈال دو، اور اس پر ہاتھ نہ ڈالو (پیدائش، ۳۷: ۲۱ و ۲۲)

باپ سے درخواست

چنانچہ اس مشورہ کے بعد وہ لوگ مل کر حضرت یعقوب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حسب ذیل درخواست پیش کی:

(۱۱) قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا
عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ۝
(۱۲) اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ
وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (۱۳) قَالَ اِنِّيْ
لَيَحْزُنُنِيْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ
اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ
غٰفِلُوْنَ (۱۴) قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ
الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا
لَّخٰسِرُوْنَ۔

یہ مشورہ کرکے وہ یعقوب سے کہنے لگے کہ ابا جان! کیا سبب ہے کہ آپ یوسف کے بارے میں ہمارا اعتبار نہیں کرتے حالانکہ ہم اُس کے خیر خواہ ہیں' کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجیے کہ خوب میوے کھائے اور کھیلے کودے ہم اس کے نگہبان ہیں' انہوں نے کہا کہ یہ امر مجھے غمناک کیے دیتا ہے کہ اُسے لے جاؤ اور مجھے یہ بھی خوف ہے کہ تم کھیل میں اس سے غافل ہو جاؤ اور اسے بھیڑیا کھا جائے' وہ کہنے لگے کہ اگر ہماری ہی موجودگی میں کہ ہم ایک طاقتور جماعت ہیں اُسے بھیڑیا کھا جائے تو ہم بڑے نقصان میں پڑ گئے۔

یرتع لیا گیا ہے رتع سے حرص کے ساتھ کھانے کو کہتے ہیں' رتعت الماشیۃ' مویشی کا چراگاہ میں چرنا' محاورہ میں یرتع ویلعب ایک ساتھ استعمال ہوتے ہیں' کہا کرتے ہیں: خرج القوم یرتع ویلعب' کھانے پینے' اور کھیلنے کودنے کے لیے لوگ باہر گئے۔ اس جگہ میوے کھانا مراد ہے۔

آپ ہم پر اعتبار نہیں کرتے' آپ ہمیں یوسف کا غیر سمجھتے ہیں' حالانکہ وہ ہمارا عزیز بھائی ہے اور ہم اُس کے خیر خواہ ہیں' ان لوگوں نے اس طریق پر اپنے والد سے باتیں شروع کیں کہ انھیں انکار کی گنجائش نہ ہو' چنانچہ انھیں یہ درخواست منظور کرنی پڑی' پھر بھی انہوں نے اتنا ضرور کہا کہ یہ بچہ ہے اس کے چلے جانے سے مجھے خواہ مخواہ تکلیف ہو گی' اور پھر جنگل کا مقام ہے' ممکن ہے ذرا تم ادھر اُدھر ہو' اور اُسے بھیڑیا کھا جائے۔

فرزندان یعقوب نے پہلی بات کا کوئی جواب نہ دیا کہ اسی کی بنا پر یہ تمام سازش ترتیب دی گئی تھی، البتہ دوسرے اندیشہ کو انہوں نے یہ کہکر رد کر دیا کہ بھلا یہ ممکن ہے اس کا خیال بھی دل میں نہ لائیے، آخر ہم کس دن کے لیے ہیں، اگر بھیڑیے سے بھی اس کی حفاظت نہ کر سکے تو پھر تو بالکل بودے ہی نکلے، بہرصورت حضرت یعقوب اپنے فرزند یوسف کو ان کے ساتھ روانہ کرنے پر راضی ہو گئے۔

صبر جمیل

(۱۵) فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَأَجْمَعُوا أَنْ
يَجْعَلُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ وَأَوْحَيْنَا
إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ هَٰذَا وَهُمْ
لَا يَشْعُرُونَ (۱۶) وَجَاءُوا أَبَاهُمْ
عِشَاءً يَبْكُونَ (۱۷) قَالُوا يَا أَبَانَا
إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوسُفَ
عِنْدَ مَتَاعِنَا فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ وَمَا
أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ
(۱۸) وَجَاءُوا عَلَىٰ قَمِيصِهِ بِدَمٍ كَذِبٍ
قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا
فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ
عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ

غرض جب وہ اس کو لے گئے اور اس بات پر اتفاق کر لیا کہ اس کو گہرے کنوئیں میں ڈال دیں، تو ہم نے یوسف کی طرف وحی بھیجی کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ تم ان کے اس سلوک سے آگاہ کرو گے، اور ان کو اس وحی کی کوئی خبر نہ تھی، وہ رات کے وقت اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے، اور کہنے لگے کہ ابا جان! ہم تو دوڑنے اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے میں مصروف ہو گئے اور یوسف کو اپنے اسباب پاس چھوڑ گئے، تو اسے بھیڑیا کھا گیا، اور آپ ہماری بات کو باور نہیں کریں گے گو ہم سچ ہی کہتے ہوں اور ان کے کرتے پر جھوٹ موٹ کا لہو بھی لگا لائے، یعقوب نے کہا کہ حقیقت حال یوں نہیں ہے بلکہ تم اپنے دل سے یہ بات بنا لائے ہو اچھا صبر کہ وہی خوب ہے اور جو تم بیان کرتے ہو اس کے بارے میں خدا ہی سے مدد مطلوب ہے۔

نستبق، یہ باب افتعال سے ہے جس کی خصوصیت اشتراک ہے یعنی دو شخصوں کا مل کر اس لیے دوڑنا کہ آگے کون نکلتا ہے، سولت، زینت کے معنی میں ہے، تسویل کسی کام کا آراستہ کرنا، اغوا کرنا بھی کہتے ہیں۔

بہرحال یہ لوگ اپنے بھائی کو لے گئے، اور وہاں جا کر ایک تاریک کنوئیں میں اس کو ڈال دیا عین اُس وقت جب کہ یوسف کا کوئی مددگار نہ تھا، اور ہر طرف سے دشمن ان پر ہجوم کر رہے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی نصرت و یاوری کی، اور انھیں الہام کیا کہ وہ ان تکالیف و شدائد کی وجہ سے پریشان خاطر نہ ہوں، یہ صرف چند روز کی بات ہے، عنقریب تم اس سے نجات پاؤ گے، اعلیٰ ترین مراتب پر فائز ہو گے، اور یقیناً وہ وقت بھی دور نہیں، جب یہی بھائی تمہارے سامنے ذلیل ہو کر آئیں گے، اور تمھیں ان کو ان ظالمانہ حرکات پر نادم و متاسف کرنے کا موقع ملے گا۔

ان لوگوں کو کیا خبر تھی کہ جس لڑکے کے ساتھ ظلم کیا جا رہا ہے، خداوند قدوس کس طرح اس کو اطمینان قلب نوازش فرما رہا ہے بے شک وہ یہ نہ جانتے تھے کہ یہی مظلوم ایک روز خزائن مصر کا مالک ہوگا، سب پر اس کی حکومت و فرمانروائی ہوگی، اور ہم بھیک منگوں کی صورت میں اس کے دربار میں حاضر ہوں گے۔

بندہ ان مایوس انگیز و روح فرسا حالات میں عموماً راہ حق سے منحرف ہو جاتا ہے، کاش اس کی نظر اپنے پروردگار پر ہو، اور دیکھے کہ وہ رحمٰن و رحیم کس طرح عین یاس و قنوط کے عالم میں اپنے بندے کی طرف دست اعانت دراز کرتا ہے، اور اپنی نصرت و یاوری سے اس کی ڈھارس بندھاتا ہے۔

یہ تمام واقعہ سکیم کے وادی میں مقام و دتین کے قریب ہوا جیسا کہ کتاب پیدائش سے ظاہر ہے

شب کو یہ لوگ واپس آئے روتے روتے تمام واقعہ بیان کیا اور تصدیق میں یوسف کا خون آلود قمیص بھی پیش کر دیا، مگر وہ جھوٹے تھے اپنی بات پر انھیں یقین نہ تھا اس لیے آخر میں بھی کہدیا: وما انت بمومن لنا ولو کنا صٰدقین۔

یعقوب علیہ السلام نے دیکھا کہ قمیص کسی ایک جگہ سے بھی نہیں پھٹا، وہ خود یوسف کے خواب کی تعبیر دے چکے تھے کہ ایک نہ ایک روز وہ حکومت پر سرفراز ہوں گے، اور اُن کے بھائی ان کے آگے خمیدہ گردن ہوں گے، انھیں ان لوگوں کے بغض و عداوت کی بھی خبر تھی، اس لیے انھوں نے تمام واقعات سُنکر صرف اتنا کہا: فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون۔

جب حضرت عائشہ پر زنا کا الزام لگایا گیا تو انہوں نے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: واللہ لئن حلفت لا تصدقونی، وان اعتذرت لا تعذرونی، فمثلی و مثلکم کمثل یعقوب وولدہ، فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون۔ اگر میں سچ کہوں تو تم میری تصدیق نہ کرو گے، اور اگر عذر کروں تو اُسے قبول نہ کرو گے، میرا واقعہ تو بالکل یعقوب اور اُن کے فرزند کا سا ہے، اور اس کے بعد انہوں نے یہی آیت تلاوت کی، خدا نے حضرت عائشہ کو اس صبر جمیل کا یہ اجر دیا کہ خود قرآن کریم میں ہمیشہ کے لیے ان کی برأت و پاک دامنی کا اعلان کر دیا: اولئک مبرؤن مما یقولون، (۲۴:۲۶) یہ ان کی باتوں سے بری ہیں، یہاں بھی حضرت یعقوب ہی کی بات پوری ہو کر رہی، اور انجام کار یوسف کو ان سے ملا دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ صبر جمیل کسے کہتے ہیں، آپ نے فرمایا: صبر لا شکوی فیہ، فمن بث لم یصبر، صبر وہی ہے جس میں شکایت نہ ہو، جس نے غم و اندوہ کا اظہار کیا، وہ صابر نہیں ہو سکتا، قرآن کریم نے مختلف مقامات میں صبر کرنے والوں کی بے انتہا تعریف

کی ہے، ہم سورۂ بقرہ کی تفسیر الخلافۃ الکبریٰ میں اس پر تفصیل کے ساتھ بحث کر چکے ہیں، اس کی طرف رجوع کیجیے۔

ایک سوال

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ برادران یوسف نے یہ کیا عذر کر دیا کہ انھیں بھیڑیا کھا گیا، گویا جو کچھ باپ نے کہا تھا، اُن برخورداروں نے اُسی کا اعادہ کر دیا، اصل بات یہ ہے کہ حضرت یعقوب اور ان کا خاندان جنگل میں رہتے تھے، بکریاں چراتے تھے، اور انھیں پر انکا گذارہ تھا، شہر میں جو لوگ رہتے ہیں اُنھیں ہمیشہ چور کا ڈر رہتا ہے، جنگل میں عموماً شیر اور بھیڑیے ہی کا خطرہ ہوتا ہے، یہ لوگ جنگل ہی کی سیر کو جا رہے تھے، انھیں قدرتی طور پر اس کا خوف ہونا چاہیئے تھا، اسی خیال سے انھوں نے فرمایا: واخاف ان یاکلہ الذئب ابنائے یعقوب کو ایک بہانہ مل گیا، واپس آکر اُسی کو دہرا دیا، یعقوب اس کا جواب بھی نہ دے سکتے تھے، سُنتے ہی خاموش ہو گئے۔

یابشریٰ

برادران یوسف تو جو کچھ کر سکتے تھے، کر کے چلے گئے، مگر اللہ تعالیٰ کی غرض ہی دوسری تھی، ابنائے یعقوب تو اس کی تکمیل میں ایک سبب بن گئے، وقت آگیا تھا کہ یوسف کو اس تاریک کنوئیں سے نکال کر مصر پہنچا دیا جائے اب تدبیر خداوندی ملاحظہ ہو:

(۱۹) وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ط قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ ط وَ أَسَرُّوهُ بِضَاعَةً ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ	اب خدا کی شان دیکھو کہ اُس کنوئیں کے قریب ایک قافلہ آوارد ہوا، اور اُنھوں نے پانی کے لیئے اپنا سقہ بھیجا، اُس نے کنوئیں میں ڈول لٹکایا، وہ بولا زہے قسمت، یہ تو نہایت ہی حسین لڑکا ہے، اور اس کو

بِمَا یَعْمَلُوْنَ (۲۰) وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ۔

قیمتی سرمایہ سمجھ کر چھپا لیا، اور جو کچھ وہ کرتے تھے، خدا کو سب معلوم تھا، اور اس کو تھوڑی سی قیمت یعنی معدودے چند درہموں پر بیچ ڈالا، اور انھیں ان کے بارے میں کچھ لالچ بھی نہ تھا۔

وارد ہم، وہ شخص جو لوگوں کو پانی پلانے کے لیئے پانی پر آتا جاتا ہے، ادلی، اسم دلوسی یہ فعل بنایا گیا ہے، یعنی اُس نے اپنا ڈول کنوئیں میں ڈالا، دلو ڈول کو کہتے ہیں، اس کی جمع دلاء آتی ہے، بضاعہ مال کا وہ حصہ جو تجارت کے لیے رکھا جائے، یہ بضع سے ہے گوشت کے کاٹے ہوئے ٹکڑے کو کہتے ہیں، حدیث میں آتا ہے: فاطمۃ بضعۃ منی، شروہ، یہ لغات اضداد میں سے ہے، اس کے معنی خریدنا اور بیچنا دونوں آتے ہیں، اسی لیے یہاں مفسرین نے اس کے فاعل میں اختلاف کیا ہے، زاہدین، زہد قلت رغبت کو کہتے ہیں، زہید قلیل چیز،

تین دن تک حضرت یوسف اسی کنوئیں میں رہے، اتنے میں ایک قافلہ نے آکر وہاں منزل کی جو مدین سے مصر کو سامان تجارت لیے جا رہا تھا، اُنھوں نے اپنا سقہ پانی لانے کے لیے کنوئیں پر بھیجا، اُس نے جو ڈول ڈالا تو یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ اس کے اندر ایک حسین و جمیل لڑکا بیٹھا ہوا ہے، وہ انھیں قافلہ میں لے آیا، ان لوگوں نے خوش ہو کر ان کو راس المال کی طرح چھپا لیا،

اللہ تعالیٰ اس حقیقت سے خوب واقف تھا کہ اگرچہ اس وقت یہ لوگ یوسف کو فروخت کرنے کے لیے چھپا رہے ہیں، مگر یہی غلام آگے چل کر اس ملک کا بادشاہ بنجائے گا، اور ان کا وہاں لیجانا یوسف کے دخول مصر کا ایک سبب ہوگا، اور یوں تدبیر خداوندی اپنی غرض پورا کرے گی۔

بہرصورت قافلہ مصر میں داخل ہوا، یہ لوگ یوسف کے کمالات و فضائل سے واقف نہ تھے، اس لیے انہوں نے اونے پونے اس خزینہ مصر وجگر گوشۂ یعقوب کو تھوڑے سے درہموں پر فروخت کر دیا۔

لطف خداوندی

(۲۱) وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِن مِّصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ أَن يَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا ۚ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ

اور مصر میں جس شخص نے ان کو خریدا، اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس کو عزت و اکرام سے رکھو، عجب نہیں کہ یہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا بنا لیں اور اس طرح ہم نے یوسف کو سرزمین مصر میں جگہ دی، اور غرض یہ تھی کہ ہم ان کو باتوں کی تعبیر سکھائیں اور خدا اپنے کام پر غالب ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے،

(۲۲) وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ؛

اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے تو ہم نے اُن کو دانائی اور علم بخشا، اور نیکو کاروں کو ہم اسی طرح بدلا دیا کرتے ہیں:

یہ بالکل ممکن تھا کہ ایک معمولی آدمی حضرت یوسف کو خرید لیتا، مگر اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمت و تدبیر سے ایسے سامان فراہم کر دیے کہ فوطیفار کے سوا اور کسی نے انھیں نہ خریدا، یہ فرعونی امیر اور بادشاہ کے جلو داروں کا سردار تھا، اس کی بیوی کے متعلق عجیب و غریب باتیں کتابوں میں بیان کی جاتی ہیں، کتاب و سنت میں اس کے نام کی تصریح نہیں کی گئی، اور نہ ہی یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس نے شادی سے قبل یوسف کو خواب میں دیکھا تھا، اور اسی

بنا پر اس نے مصر میں اپنی شادی کرائی تھی' اور نہ بعد کو اس کا نکاح حضرت یوسف سے ہوا' یہ تمام باتیں از قبیل مزخرفات ہیں۔

اس زمانہ میں غلامی کا دستور تھا' اس لیے فوطیفار نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگرچہ ہم نے اس کو سستے داموں خریدا ہے' مگر اس کی تعلیم و تربیت اور تہذیب و شائستگی میں خوب کوشش کرنا ہم اسے اچھی قیمت پر فروخت کریں گے ورنہ اپنا بیٹا بنالیں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اشد الناس فراسۃ ثلاثۃ' العزیز حین تفرس فی یوسف' فقال لامراتہ اکرمی مثواہ عسی ان ینفعنا' والمراۃ لمارات موسی فقالت یا ابت استاجرہ' وابوبکر حین استخلف عمر' لوگوں میں سب سے زیادہ ارباب فراست وبصیرت یہ تین شخص گذرے ہیں' عزیز مصر جس نے یوسف کو دیکھ کر اپنی بیوی سے کہا: اکرمی مثواہ عسی ان ینفعنا' حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی جس نے اپنے باپ سے موسی کے متعلق کہا: یا ابت استاجرہ ان خیر من استاجرت القوی الامین' (۲۸: ۲۶) ابا: انکو نوکر رکھ لیجیئے' کیونکہ بہتر نوکر جو آپ رکھیں وہ ہی جو توانا اور امانت دار ہو' اور تیسرے ابوبکر جب اُنھوں نے حضرت عمر کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

اب تم گزشتہ واقعات پر پھر ایک مرتبہ نظر ڈالو' اور تدبیر خداوندی سے لطف اندوز ہو' بھائیوں کی کوشش یہ تھی کہ اس کو مار ڈالیں مگر خدا نے ان کے ہات سے نجات دلوادی' پھر قافلہ والوں نے لاپروائی کرکے ان کو فروخت کر دیا' اور اب یہ ہوا کہ خود عزیز مصر ان کے اکرام و احترام کے لیے طیار رہے' بلکہ یہاں تک کہ اس کو اپنے تمام کاروبار کا مختار کل بنادیتا ہے: چنانچہ یوسف اس کی نظر میں مورد لطف ہوا' اور اس نے اس کی خدمت کی' اور اُس نے اپنے گھر کا مختار کیا' اور سب جو کچھ اس کا تھا' اُس کے قبضہ میں کر دیا' پیدائش (۳۹: ۴)

یوں حضرت یوسف کو سرزمین مصر میں قوت و غلبہ عطا کیا گیا، اور اس کی غرض یہ تھی کہ سیاست ملک سے واقف ہوں، ہر چیز کی کنہ و حقیقت کا انھیں علم ہو، اور اس طرح آیندہ کے لیے تیار ہو سکیں، لوگ عموماً ظاہر بین ہوتے ہیں، ان کی نظر ہماری حکمت و مصلحت پر نہیں ہوتی، مگر ہم جو چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے، چنانچہ یوسف کے حق میں وہی ہوا جو ہمارا ارادہ تھا، اور دشمن اُن کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے۔

جب حضرت یوسف کی عمر ۲۰ سال کی ہوگئی تو ہم نے اُن کو علم اور حکمت نوازش کی، بیشک جو لوگ ورع و تقوی کی زندگی بسر کرتے ہیں، اور دوسروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں، ہم انھیں اسی طرح مراتب عالیہ پر فائز کرتے ہیں، یوسف صدیق ایسے ہی تھے، اس لیے اُن کے ساتھ آیندہ اسی قسم کا سلوک ہوگا۔

استدلال و استشہاد

گذشتہ آیات میں درس و فکر کرنے سے حسب ذیل بصائر و حکم کا استنباط ہوتا ہے:۔

(۱) جس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نے خواب سُنا تو اس کی تعبیر دینے سے قبل فرمایا کہ اس خواب کا ذکر بھائیوں سے نہ کرنا، ورنہ وہ تمھیں اذیت پہنچائیں گے، حسد ایک بدترین خصلت ہے، اس سے بُرے نتائج پیدا ہوتے ہیں، اس لیے حاسد کو کبھی اس قسم کا موقع ہی نہ دیا جائے کہ وہ حسد کرکے تمھیں کسی قسم کا نقصان پہنچائے۔

(۲) جب آپ نے تعبیر دی، تو فرمایا: ویتم نعمتہ علیك وعلی اٰل یعقوب کما اتمھا علی ابویك من قبل ابراھیم واسحق، انکسار و تواضع کی بنا پر تشبیہ دیتے وقت اپنا ذکر نہیں کیا، حالانکہ آپ اُس وقت نبی تھے، گویا دوسروں کو حسن ادب کی تعلیم دے رہے ہیں۔

(۳) برادران یوسف جب مشورۂ قتل کرتے ہیں تو کہتے ہیں: وتکونوا من بعدہٖ قوماً

صٰلحین، توبہ کی امید پر گناہ کا ارتکاب کرنا چاہیئے نہیں معلوم مہلت ملتی ہی یا نہیں، اور پھر گناہ کی بخشش کا وعدہ تو اُن کے لیے ہی جو جہالت ولاعلمی میں اس کے مرتکب ہوں، نہ کہ جان بوجھ کر گناہ کرنے والوں کے واسطے، اکثر لوگ اسی غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں اور پھر اسی میں برابر ترقی کرتے جاتے ہیں۔

(۴) مشکلات و مصائب کے وقت انسان کو چاہیئے کہ جزع و فزع سے پرہیز کرے حضرت یعقوب کے حالات سے عبرت پذیر ہو اور صبر جمیل کو اپنا طغرائے امتیاز بنائے۔

(۵) اللہ تعالیٰ ہمیشہ مظلوم کی نصرت و دستگیری کرتا ہی اور اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا۔

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید!

حدیث میں آتا ہے: اتق دعوۃ المظلوم فانہ لیس بینہا وبین اللہ حجاب، مظلوم کی دعا سے بچو اس لیے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔

(۶) یاس انگیز حالات میں بھی انسان خدا پر اعتماد رکھے کہ یہی وہ صفت ہی جو اس کو شدائد و تکالیف کے برداشت کرنے کے قابل بناتی ہی، اور بڑی بڑی آزمائشوں میں بھی اُس کو نیکی اور طہارت پر قائم رکھتی ہی، واوحینا الیہ لتنبئنہم بامرہم ھٰذا وھم لا یشعرون۔

فصل ثانی

اِن اللہ لا یھدی کید الخائنین

معاذ اللہ

حضرت یوسف علیہ السّلام کے متعلق تدبیر الٰہی اپنا کام کر رہی ہی، مصر میں اُن کو قوۃ و غلبہ حاصل ہوگیا، وہ مدتوں عزیز کے گھر میں حاکمانہ اقتدار کے ساتھ زندگی بسر کر چکے، اور اُن کی تاویل احادیث کی تعلیم بھی مکمل ہوگئی، اب اسی تدبیر کا دوسرا دور شروع ہوتا ہی، ان کے جذبۂ امانت و دیانت کی آزمائش ہوتی ہی، اور اُس کے اعلان و اشتہار کے اسباب پیدا ہوتے ہیں، جس کا پہلا حصہ امراۃ العزیز پورا کرتی ہی۔

(۲۳) وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ

تو جس عورت کے گھر میں وہ رہتے تھے، اُس نے ان کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا، اور دروازے بند کرکے کہنے لگی، جلدی آؤ، یوسف نے کہا کہ خدا پناہ میں رکھے میرے رب نے تو میرا مقام پاک بنایا ہی، بے شک

اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (۲۴) وَلَقَدْ	ظالم لوگ فلاح نہیں پائیں گے' عورت اپنی بات پر
هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ	رہی' اور یوسف اپنے جواب پر رہا' اگر یوسف نے
رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ	برہان رب دیکھی ہوتی' تو کچھ کا کچھ ہوجاتا' ایسا ہی
عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ	ہوا' تاکہ ہم اُن سے بدی اور بے حیائی کو دور ہی رکھیں'
عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ۔	بے شک وہ ہمارے خالص بندوں میں سے ہے۔

راودتہ' اد یرود کے معنی طلب کرنے کے ہیں' اور مراودت کا مطلب یہ ہے کہ تم کسی دوسرے آدمی سے ارادہ میں جھگڑا کرو' یعنی جس چیز کو وہ طلب کرتا ہے' یا اُس کا جو ارادہ ہو' اُس کے خلاف تم ارادہ رکھو' راودتہ عن نفسہ کے معنی یہ ہوئے کہ اُس عورت نے یوسف کو اُن کے ارادے سے پھیرنا چاہا' راودتہ' کے معنی پھسلاوٹ میں لگے رہنے کے بھی ہیں' یعنی وہ عورت ان کو ہمیشہ ہم بستری کی دعوت دیا کرتی تھی' غلقت' کثرت سے بند کرنا' یعنی بہت دروازوں کا بند کرنا' ہیت لک' اس کے معنی ہیں آؤ' عکرمہ کے نزدیک یہ حورانی زبان کا لفظ ہے' برہان دلیل اور بیان واضح' السوء والفحشاء' بدکرداری اور بے حیائی' بعض لوگ ان دونوں میں یہ فرق کرتے ہیں کہ 'سوء' تو مقدمات زنا مثلاً بوسہ و نظر بالشہوۃ' اور فحشاء سے مراد زنا۔

امراۃ العزیز اس گھر کی مالک ہے' حسن وجمال' عزۃ وجاہ' اور دولت وثروت والی ہے' اس نے تمام دروازوں کو بند کرلیا ہے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو' اور اس سے قبل وہ بارہا حضرت یوسف علیہ السلام کو حرام کاری کی دعوت دے چکی ہے: اور وہ ہر چند یوسف کو روز روز کہتی رہی' پر اس نے اُس کی نہ سُنی' کہ اس کے ساتھ سوئے یا اس کے ساتھ رہے۔

(پیدائش' ۳۹: ۱۰)

حضرت یوسف علیہ السلام بالکل نوجوان ہیں' اس وقت آپ کی عمر ۲۲ یا ۲۳ سال کی

ہو گی، پیکر حسن و جمال ہیں، شادی شدہ نہیں ہیں، بے وطن ہیں، کوئی دیکھنے والا بھی نہیں ہے اور سب سے آخر میں یہ اُس کے غلام ہیں۔

ان حالات میں بڑے بڑے پاک باز انسان اور فرشتہ خصلت بزرگ بھی پھسل جاتے ہیں، مگر وہ پاکی اور قدوسیت کا فرشتہ تھا، وہ پیکر عصمت اور مجسمہ ملکوتیت تھا، وہ کب اُس کے دام فریب میں آسکتا تھا، اُس نے فوراً جواب دیا: معاذ اللہ انہ ربی احسن مثوای انہ لا یفلح الظّٰلمون۔ اس گناہ سے اللہ کی پناہ، میرے خداوند قدوس میرے خالق ذوالجلال، اور مالک السمٰوات والارض نے میرا مقام پاک بنایا ہے، اس نے اب تک مجھے ہر مصیبت سے نجات دی ہے، ہر جگہ عزت واحترام سے رکھا ہے، اور سب سے بڑی بات یہ کہ مجھے انبیاء و رسل کے پاک گھرانے میں پیدا کیا ہے، پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ میں ایک ایسی چیز کا ارتکاب کروں جو نہ صرف میرے لیے، بلکہ تمام قوم اور ملک کے لیے ظلم صریح ہے اور اس حقیقت اصلیہ کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ ظالم کو دنیا و آخرت میں کہیں بھی کامیابی نصیب نہیں ہوتی۔

عصمت و پاک دامنی

آیت ولقد ہمت بہ وہم بہا لولا ان رای برہان ربہ کی تفسیر میں لوگوں کو عجیب عجیب حیرانیاں ہوئی ہیں، اور اس ذیل میں انھوں نے ایسی لغو اور بیہودہ حکایات اپنی کتابوں میں درج کی ہیں کہ اُن کو پڑھ کر بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، قرآن تو پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ باوجود ان حالات کے یوسف کا دامن بالکل پاک و صاف رہا، یہاں تک کہ ان کے دل میں بھی اس جرم کے ارتکاب کا خطرہ تک نہ گذرا، مگر یہ لوگ ہیں کہ اپنی کتابوں میں بے دھڑک ایسی لایعنی روایات نقل کرتے ہیں، مثلاً: جلس منہا مجلس الرجل من امراتہ۔

اگر ہم صرف قرآن کی اندرونی شہادت کو اپنے سامنے رکھیں، تو روز روشن کی طرح

یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے، سب سے پہلے آپ یہی دیکھئے کہ امراۃ العزیز ان کو بلا رہی ہے، مگر وہ فرماتے ہیں: معاذ اللہ انہ ربی احسن مثوای انہ لا یفلح الظلمون، اب یہ اس سے بھاگتے ہیں، دروازے پر عزیز مل جاتا ہے، عورت کی کوشش یہ ہے کہ خاوند کو مائل کرکے اپنے حق میں فیصلہ کراوے، مقدمہ پیش ہوتا ہے، اور آخر میں یہ فیصلہ صادر ہوتا ہے: انہ من کیدکن ان کیدکن عظیم، یوسف اعرض عن ہذا واستغفری لذنبک انک کنت من الخطئین؛

اب ان عورتوں کو دیکھئے جنھوں نے ہر ممکن طریق سے یوسف کو پھسلانے کی کوشش کی، وہ اپنی شکست کا اعتراف ان الفاظ میں کرتی ہیں: حاش للہ، ما ہذا بشرا، ان ھذا الا ملک کریم، اسی جلسہ میں امراۃ العزیز یوں گویا ہوتی ہے: فذلکن الذی لمتننی فیہ، ولقد راودتہ عن نفسہ فاستعصم۔

شاہ مصر کا دربار قائم ہے، یہی مقدمہ درپیش ہے، کس کس طرح یوسف کی عصمت و پاک دامنی کا اعلان و اشتہار ہو رہا ہے، عورتیں کہتی ہیں: ما علمنا علیہ من سوء، امراۃ العزیز یوں اقبال جرم کرتی ہے: الئٰن حصحص الحق انا راودتہ عن نفسہ وانہ لمن الصدقین، اور سب سے آخر میں اس آیت کو بھی فراموش نہ کرو، جس کی تفسیر آگے آئے گی: کذلک لنصرف عنہ السوء والفحشاء، انہ من عبادنا المخلصین۔

کیا ان حقائق ثابتہ کے بعد بھی کوئی شخص اپنی زبان سے حضرت یوسف کے متعلق ایسی بات نکال سکتا ہے، معاذ اللہ۔

معنیٰ خیز تفسیر

اب آپ اصل آیت میں غور کیجیے جو دو جملوں پر مشتمل ہے:

(الف) ولقد ہمت بہ، اس عورت نے اُن کا قصد کر ہی لیا تھا۔

(ب) وہم بہا لولا ان رای برہان ربہ' اگر یوسف اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے، تو وہ بھی قصد کر لیتے۔

امام فخرالدین رازی نے اسی معنی پر جزم کیا ہے، ابن حزم کی یہی رائے ہے، صاحب فتح البیان اس آیت کے متعلق ابوحاتم کا یہ قول نقل کرتے ہیں: کنت اقرأ علیٰ ابی عبیدۃ غریب القرآن' فلما اتیت علیٰ قولہٗ ولقد ہمت بہ وہم بہا' قال ہذا علی التقدیم والتاخیر، کانہ قال ولقد ہمت بہ، ولولا ان رای برہان ربہ لہم بہا' میں ابوعبیدہ سے غریب القرآن کی تعلیم حاصل کیا کرتا تھا، جب اس آیت پر پہنچا تو انھوں نے فرمایا' کہ اس میں تقدیم وتاخیر ہے' یعنی اس آیت کو یوں پڑھو: ولقد ہمت بہ ولولا ان رای برہان ربہ لہم بہا' اب مطلب بالکل واضح ہوجاتا ہے' یعنی اگر حضرت یوسف علیہ السلام اپنے پروردگار کی دلیل نہ دیکھ لیتے' تو وہ بھی امراۃ العزیز کا قصد کر لیتے' مگر اس سے قبل ہی وہ برہان رب دیکھ چکے تھے' اس لیے اُنھوں نے عورت کا قصد ہی نہیں کیا۔

رہا یہ اعتراض کہ لولا کی شرط مقدم نہیں ہوتی' تو اس کو امام فخرالدین رازی نے صاف کر دیا ہے' اور قرآن کی ایک دوسری آیت پیش کر کے اس قاعدہ کو باطل قرار دیا ہے: وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی فٰرِغًا اِنْ کَادَتْ لَتُبْدِیْ بِہٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِہَا' (۲۸: ۱۰) اور موسیٰ کی ماں کا دل بے صبر ہو گیا' اگر ہم اُن کے دل کو مضبوط نہ کر دیتے' تو قریب تھا کہ وہ اس قصّہ کو ظاہر کر دیں۔

برہان رب

انبیاء کرام کی تعلیم وتربیت خود اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے: ادبنی ربی فاحسن تادیبی' ابراہیم علیہ السلام کو جو اپنے مخالف پر کامیابی ہوئی تو اسی حجت قاہرہ کی بدولت

جو خدا نے انھیں نوازش کی تھی: وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ، (۶: ۸۳) اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو اُن کی قوم کے مقابلہ میں عطا کی تھی، موسیٰ کو جو فرعون پر غلبہ نصیب ہوا، تو اس کا سبب بھی یہی تھا کہ وہ آیات کبریٰ سے سرفراز کیے گئے تھے: فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى، (۷۹: ۲۰) غرض اُنھوں نے اُس کو بڑی نشانی دکھائی، اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی اُن کے پروردگار کی طرف سے وہ حجت سکھائی گئی جو انھوں نے امراۃ العزیز کے سامنے بیان کر دی، اور وہ یہی تھی: معاذ اللہ، انہ ربی احسن مثوای، انہ لا یفلح الظلمون۔

واقعات یہ ہیں کہ صاحب حسن و جمال عورت ایک غریب الوطن، اور غیر شادی شدہ نوجوان کو زنا کی دعوت دیتی ہے، ان حالات میں کسی کا بچ کر نکل جانا غیر ممکن ہے، الا من رحم اللہ، اس وقت خدا نے ان کی نصرت اور دست گیری کی، معاذ اللہ کہا، اور صاف نکل گئے۔

عبادنا المخلصین

اس آخری ٹکڑے میں نہایت زور کے ساتھ ان تمام روایات کاذبہ اور خیالات فاسدہ کی قلعی کھول دی ہے جو بعض ناعاقبت اندیش حضرات ان کی طرف منسوب کرتے ہیں، خواتیم آیات، در اصل اس تمام آیت کا نچوڑ ہوتی ہیں، یہاں دو چیزوں کی نفی کی گئی ہے، سوء اور فحشاء کی، ہم ابتدا میں ان الفاظ کی لغوی تحقیق کر چکے ہیں، یعنی سوء سے مراد تو مقدمات زنا ہیں، مثلاً بوسہ لینا، اور شہوت کی نظر سے دیکھنا وغیرہ، اور فحشا خود زنا کو کہتے ہیں، یعنی ہم نے اس کٹھن وقت میں یوسف کو ثابت قدم رکھا، تاکہ اُس کو زنا اور اُس کے تمام مبادی سے محفوظ و مصئون رکھیں، یوسف تو ہمارے پاکیزہ بندوں میں سے تھے، ان کا مطلوب ہماری ذات اقدس کے سوا اور کوئی نہ تھا، اور ایسے لوگوں پر شیطان اپنا اثر نہیں ڈال سکتا:

فبعزتك لاغوينهم اجمعين الا عبادك منهم المخلصين (۱۵: ۳۹ و ۴۰)
اور سب کو بہکاؤں گا، ہاں ان میں ... جو تیرے مخلص بندے ہیں ان پر قابو چلنا مشکل ہے۔

امراۃ العزیز کی فریب کاری

(۲۵) وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَّأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوْٓءًا إِلَّآ أَنْ يُّسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ۝

اور دونوں دروازے کی طرف بھاگے، اور عورت نے ان کا کرتہ پیچھے سے پکڑ کر جو کھینچا، تو پیچھے سے پھاڑ ڈالا، پھر دونوں نے دروازے کے پاس ہی عورت کے خاوند کو دیکھ پایا، تو عورت بولی کہ جو شخص تمہاری بیوی کے ساتھ برا ارادہ کرے اس کی اس کے سوا کیا سزا ہے کہ یا تو قید کیا جائے یا دردناک عذاب دیا جائے۔

یوسف تو معاذ اللہ کہہ کر نہایت تیزی سے باہر کی طرف بھاگے کہ اس عورت کے خدع وفریب سے نجات حاصل کریں، مگر اس پر بھی شہوۃ کا جن سوار تھا، ان کا بھاگنا تھا کہ وہ بھی اُن کے پیچھے لپکی، اگرچہ وہ پوری قوۃ سے بھاگ رہے تھے، مگر انھیں ان تمام دروازوں کا بھی کھولنا تھا، جنھیں وہ نہایت احتیاط سے بند کر چکی تھی، پھر بھی اُس نے آخری دروازے کے پاس اُن کو لے ہی لیا، مگر وہ چونکہ پوری قوت سے بھاگ رہے تھے، اُنھیں تو پکڑ نہ سکی، البتہ اُن کا قمیص ہاتھ میں آگیا، اس پر بھی وہ نہ رکے، پیچھے سے کرتہ پھٹ گیا، اور یوسف دروازے کے باہر تھے، وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ عزیز بھی موجود ہے۔

یہ دیکھ کر عورت کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی، مگر اس نے فوراً اپنے ہوش و حواس کو درست کیا، اور بکمال خدع و فریب سے اپنی تائید میں اپنے خاوند کے جذبات کو برانگیختہ کرنا چاہا کہ وہ اس کے حق میں فیصلہ دے کہا: یہ عبری غلام جو تو نے ہم پاس لا رکھا،

گھس آیا کہ ٹھٹھا کرے اور جب میں نے آواز بلند کی اور چلاّ اٹھی تو وہ اپنا پیراہن مجھ پاس چھوڑ کر باہر نکل بھاگا' (پیدائش ۳۹: ۱۷، ۱۰، ۱۸) تیری بیوی ہو اور اس پر غلام دست درازی کرے، بس اس کی یہی سزا ہے کہ اسے قید کر دیجئے یا ایسی سخت سزا دیجیے کہ ہمیشہ یاد رکھے۔

عزیز کا فیصلہ

(۲۶) قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَّفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ (۲۷) وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۲۸) فَلَمَّا رَاٰ قَمِيصَهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِنْ كَيْدِكُنَّ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ (۲۹) يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا وَاسْتَغْفِرِي لِذَنْبِكِ إِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِئِيْنَ

یوسف نے کہا کہ اسی نے مجھے اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا' اور عورت کے قبیلے میں سے ایک گواہ نے شہادت دی کہ اگر اس کا کرتہ آگے سے پھٹا ہو تو یہ سچی اور وہ جھوٹوں میں سے ہے' اور اگر قمیص پیچھے سے پھٹا ہو تو یہ جھوٹی اور وہ سچوں میں سے ہے' جب اس کا قمیص دیکھا تو پیچھے سے پھٹا ہوا' تب اس نے کہا' یہ تمہارا فریب ہے' اور کچھ شک نہیں کہ تم عورتوں کے فریب بڑے بھاری ہوتے ہیں، یوسف اس بات کا خیال نہ کر، اور اے عورت! تو اپنے قصور کی معافی مانگ، بے شک خطا تیری ہی ہے۔

جس وقت یہ مقدمہ پیش ہوا تو امراۃ العزیز کے ایک رشتہ دار نے کہا کہ اس واقعہ کا گواہ تو کوئی نہیں، جو عینی شہادت دے سکے اب قرائن کو دیکھنا چاہیے' اگر قمیص آگے سے پھٹا ہے تو یہ شخص مجرم ہے' ورنہ وہ عورت' دیکھا تو قمیص پیچھے سے پھٹا ہوا تھا، اب عزیز پر یہ حقیقت منکشف ہو گئی کہ یوسف کا دامن بالکل پاک ہے، اور تمام تر شرارت اسی

عورت ہی کی ہے، چنانچہ اس نے اپنی بیوی سے صاف کہ دیا کہ تم اس سے معافی مانگو، تمہیں نے یہ حرکت جان بوجھ کر کی ہے، اور یوسف سے کہا کہ اس واقعہ کو بالکل بھول جاؤ، اس کا ذکر بھی کسی سے نہ کرنا۔

ایک اور حیلہ

(۳۰) وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا اِنَّا لَنَرٰهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۳۱) فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَ اَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ۔	اور شہر میں عورتوں نے کہنا شروع کیا کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہے، اور اس کی محبت اس کے دل میں گھر کر گئی ہے ہم دیکھتی ہیں کہ وہ صریح گمراہی میں ہے جب اس نے ان عورتوں کی چال سنی تو ان کو بلوا بھیجا، اور ان کے لیے کھانا تیار کیا، اور ہر ایک کو ایک ایک چھری دی، اور یوسف سے کہا کہ ان کے سامنے باہر آؤ، جب عورتوں نے ان کو دیکھا اسے بہت بڑا سمجھا، اور اپنے ہات کاٹ لیئے اور بے ساختہ بول اٹھیں، کہ سبحان اللہ! یہ آدمی نہیں، یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔

شغفھا، شغاف اصل میں اس جھلی کو کہتے ہیں، جو دل کے گرد ہوتی ہے اسے غلاف القلب بھی کہتے ہیں، مراد اس سے سویدائے قلب ہے، متکا، محفل جس میں تکیے لگائے جائیں، اور دعوت کا سامان ہو، مصری تکیہ لگا کر کھانا کھایا کرتے تھے۔

یہ واقعہ تو پس پردہ ہوا تھا، مگر کسی نہ کسی طرح اس کی خبر اڑ گئی، اور روسائے شہر

عورتوں نے یہ سن کر امراۃ العزیز کی تحمیق و تضحیک کرنی شروع کی کہ یہ عورت بالکل ہی نالائق ہے جو غلام کو بھی اپنے قابو میں نہیں لاسکتی، ہم ہوتیں تو ایک ہی چلتر میں یوسف کی تمام پاک بازی ختم کر دیتیں، در اصل ان عورتوں کو جمال عصمت یوسفی کی خبر نہ تھی جو یوں طعنہ زن ہوئیں، اور اپنے خدع و فریب کی تعریف کی۔

جب امراۃ العزیز کو اطلاع ملی کہ ان کو اپنی چال بازیوں پر ناز ہے تو اُس نے ان سب کی دعوت کی، اور یوسف کو بھی اس موقع پر بلا لیا، انھوں نے ہزار طریق سے اُس کو پھسلانے کی کوشش کی، اور جب وہ کسی طرح بھی کامیاب نہ ہوئیں، تو اپنے آخری حربہ سے کام لیا، یعنی چھریاں لے کر ہات کاٹ ڈالے اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ ہم تمھارے عشق میں گھلی جاتی ہیں، اگر ہماری بات نہ مانوگے تو یاد رکھو، انھیں چھریوں سے ہم اپنے آپ کو ذبح کر ڈالیں گی۔

مگر اس کوہ عصمت پر ان تمام فریب کاریوں کا کچھ بھی اثر نہ ہوا، انھیں اس کی نیکی اور پاکیزگی کا قائل ہونا پڑا، اور بیک آواز پکار اُٹھیں کہ یہ انسان نہیں، فرشتہ ہے، ورنہ یہ ممکن تھا کہ حسن و جمال کی اس نمائش کے باوجود وہ اُس سے مس نہ ہوتا، گویا ان عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السّلام کو ملک کریم کہہ کر اُن کی پاکی و عصمت، اور اپنی شکست کا اعتراف کیا کہ ان کا کوئی چلتر اور مکر کامیاب نہ ہو سکا۔

اعتراف شکست

یہ عورتیں در اصل خود یوسف پر ریجھی ہوئی تھیں، اور اُن کے دیدار کی مشتاق، بالآخر وہ بھی ناکام ثابت ہوئیں تو امراۃ العزیز نے کہا:

(۳۲) قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ — تب عزیز کی عورت نے کہا، یہ وہی ہے جس کے بارے

لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ یَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَیُسْجَنَنَّ وَ لَیَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ۔

میں تم مجھے طعنے دیتی تھیں، اور بے شک میں نے اس کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا، مگر یہ بچا رہا' اور اگر یہ وہ کام نہ کرے گا جو میں اس سے کہتی ہوں، تو قید کر دیا جائے گا' اور ذلیل ہو گا۔

یہی تو وہ غلام ہے، جس پر فریفتہ یا بے نہ ہونے کی صورت میں تم نے مجھ پر زبان طعن دراز کی تھی، اب تو تم نے بھی اس کی عصمت و پاکیزگی کا اعتراف کر لیا' میں نے تو ہر ممکن طریق سے اس کو پھسلانے کی کوشش کی مگر وہ کسی طرح بھی قابو میں نہ آیا، لیکن ابھی میں اسے ایک موقع اور دیتی ہوں، اگر اب بھی وہ اس پہ راضی نہ ہوا تو پھر قید ہے اور ذلت و رسوائی۔

اَلسِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ

(۳۳) قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ، (۳۴) فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَیْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (۳۵) ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰیٰتِ لَیَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰی حِیْنٍ،

یوسف نے دعا کی کہ پروردگار جس کام کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں، اس کی نسبت مجھے قید پسند ہے، اور اگر تو مجھ سے ان کے فریب کو نہ ہٹائے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا' اور نادانوں میں داخل ہو جاؤں گا، تو خدا نے ان کی دعا قبول کر لی، اور ان سے عورتوں کا مکر دفع کر دیا' بے شک وہ سننے والا اور جاننے والا ہے، پھر باوجود آ کے کہ وہ لوگ نشانیاں دیکھ چکے تھے، اُن کی رائے یہی ٹھہری کہ کچھ عرصہ کے لیے ان کو قید کر دیں۔

حضرت یوسف نے دیکھا کہ حسن و جمال اور دولت و ثروت والی عورت ان کو دھمکی دے رہی ہے اور دوسری عورتیں بھی اس کی پوری تائید کر رہی ہیں، تو انھوں نے والہانہ و مضطربانہ دعا کی کہ خداوندا صورت حال تیرے سامنے ہے، میں ایک عاجز و درماندہ انسان ہوں تیری نصرت و کام گاری کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں، اگر اس وقت بھی تو نے اس فتنہ کو نہ روکا، تو مجھے ڈر ہے کہ میں کہیں اس گناہ کا ارتکاب نہ کر بیٹھوں، میں تو اس گناہ پر قید کو ترجیح دیتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا سن لی، اور اس کو شرف اجابت بخشا، پھر آخر عمر تک ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا، اس لیے کہ وہ عالم السرائر والخفایا ان کی مضطربانہ دعا کو سن رہا تھا، اور ان مصیبت انگیز حالات سے پورا باخبر تھا۔

عزیز مصر کو یہ معلوم تھا کہ یوسف بالکل معصوم ہیں، شاہد کا فیصلہ ان کے حق میں ہے ان کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہے، اس نے خود اپنی بیوی پر تمام الزام رکھا تھا، اور ان سے چشم پوشی کی درخواست کر چکا تھا، مگر ان آیات بینات کے باوجود اس نے بلا تعیین جرم و میعاد قید انھیں قید خانہ میں ڈال دیا، اس کو خیال یہ تھا کہ ادھر شہر میں جو چرچا ہو رہا ہے کہ امراۃ العزیز ہی نے اس نوجوان کو خراب کرنے کی کوشش کی، وہ اس سزا دینے سے بند ہو جائے گا۔

یہاں بھی دراصل تدبیر الٰہی اپنا کام کر رہی تھی، یوسف کے کمالات و فضائل کی ابھی عام طور پر شہرت نہ ہوئی تھی، قید خانہ ان کے ارتقائے حقیقی کا اولین زینہ ہوگا۔ اسی جگہ تاویل احادیث کی حقیقت مستورہ بے حجاب ہوگی، اور یہیں ان کی عصمت و پاکیزگی فطرت کا تمام مصر کو اعتراف کرنا پڑے گا۔

ساقی و نان پز

(۳۶) وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ۚ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۭ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۔

اور ان کے ساتھ دو اور نوجوان داخل زندان ہوئے، ان میں سے ایک نے کہا، میں نے خواب دیکھا ہے دیکھتا ہوں کہ شراب کے لیے انگور نچوڑ رہا ہوں، دوسرے نے کہا کہ میں نے بھی خواب دیکھا ہے، میں یہ دیکھتا ہوں کہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں، اور جانور ان میں سے کھا رہے ہیں تو ہمیں ان کی تعبیر دیجیے کہ ہم تمھیں نیکو کار دیکھتے ہیں۔

حضرت یوسف زندان میں گئے۔ تو داروغہ جیل نے تمام قیدیوں کی نگرانی ان کے سپرد کر دی، جن کو آپ کی وجہ سے بے انتہا آرام نصیب ہوا، اس دوران میں شاہ مصر کا ساقی اور نان پز قید ہوئے اور ایک روز دونوں نے اپنا اپنا خواب ذکر کر کے آپ سے تعبیر کی خواہش کی، ساقی نے یہ خواب دیکھا کہ شاہ کو انگور کی شراب نچوڑ کر پلا رہا ہے، اور نان بائی کے سر پر روٹیوں کا ٹوکرا ہے جس میں سے پرندے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں۔

اعلان توحید

(۳۷) قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ۭ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ۭ اِنِّىْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ

یوسف نے کہا کہ جو کھانا تم کو ملنے والا ہے، وہ آنے نہیں پائے گا کہ میں اس سے پہلے تم کو اس کی تعبیر بتا دوں گا، یہ ان باتوں میں سے ہے جو میرے پروردگار نے مجھے سکھائی ہیں، جو لوگ خدا پر ایمان نہیں لاتے، اور روز آخرت کا انکار کرتے ہیں، میں ان کا مذہب

(۳۸) وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ
وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ ؕ مَا کَانَ لَنَآ
اَنْ نُّشْرِکَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ ذٰلِکَ
مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَعَلَی النَّاسِ
وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ،
(۳۹) یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ
مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ
الْقَهَّارُ (۴۰) مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ
دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَا
اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُکُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا
مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا
لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ ؕ
ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ
النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

چھوڑے ہوئے ہوں، اور اپنے باپ دادا ابراہیمؑ
اور اسحقؑ اور یعقوبؑ کے مذہب پر چلتا ہوں ہمیں
شایاں نہیں ہو کہ کسی چیز کو خدا کے ساتھ شریک
بنائیں، یہ خدا کا فضل ہو ہم پر اور لوگوں پر بھی لیکن
اکثر لوگ شکر نہیں کرتے، میرے قید خانے کے رفیقو!
بھلا کئی جدا جدا آقا اچھے؛ یا ایک خدائے یکتا و غالب؛
جن چیزوں کی تم خدا کے سوا پرستش کرتے
ہو وہ صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمھارے
باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، خدا نے ان کی کوئی
سند نازل نہیں کی، سن رکھو کہ خدا کے سوا کسی
کی حکومت نہیں ہو، اس نے ارشاد فرمایا ہے کہ
اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یہی سیدھا
دین ہو، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اللہ کے بندوں کی ابتدا ہی سے یہ عادت رہی ہو کہ جب کبھی انھیں کلمۂ حق و حریت کے اعلان کا موقع ملا ہے، وہ اُس سے کبھی نہیں چوکتے، اور اپنے فرض کو ادا کرکے چھوٹتے ہیں، جس وقت امراۃ العزیز نے ان کو زنا کی دعوت دی تھی، تو اُس وقت بھی انھوں نے صاف صاف الفاظ میں زنا کی بُرائی بیان کر دی، اور اُس کے نتائج فاسدہ کی طرف توجہ دلا دی، اب یہ دوسرا موقع ہے کہ دو قیدی آپ کی طہارت و پاکیزگی سے متاثر ہو کر

آپ سے خواب کی تعبیر پوچھتے ہیں، آپ نے اُن کے حُسنِ ظن سے فائدہ اُٹھایا اور چاہا کہ انھیں راہ حق و صدق دکھا دیں۔

قبل اس کے کہ آپ انھیں توحید خداوندی کی طرف توجہ دلائیں، آپ نے ان سے دو باتیں کہیں:

(الف) روزانہ تمھارے پاس معین وقت پر کھانا آتا ہے، اُس کے آنے سے پیشتر ہی میں تمھیں خواب کی تعبیر بتا دوں گا۔

(ب) قبل اس کے کہ ہر ایک کے خواب کے صحیح نتائج تمھارے سامنے آئیں، تمھیں ان کی اصلی تعبیر معلوم ہو جائے گی۔

ان دو باتوں کے بیان کرنے سے غرض یہ تھی کہ دیر تک بیٹھے رہنے سے اکتا نہ جائیں، ان کی طلب صادق باقی رہے اور اس شوق میں وہ ان کلمات رشد و ہدایت کو یکسر گوش بن کر سنتے رہیں، شاید سعادت کی راہیں ان کے لیے کشادہ ہو جائیں، اور وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوں۔

اس قدر تمہید کے بعد اب انھوں نے اصل مطلب کی طرف یوں متوجہ کیا کہ مستقبل کے حالات کی اطلاع اللہ کے سوا کسی انسان یا فرشتہ کو حاصل نہیں، ہاں یہ کہ وہ خود ہی اپنے فضل سے کسی کو ایک خاص چیز کی اطلاع کر دے اس لیے انسان کا فرض یہی ہے کہ وہ خدائے واحد پر ایمان رکھے، جس کا مطلب یہ ہے۔

(الف) جو لوگ کفر و شرک کا ارتکاب کرتے ہیں، اور آخرۃ پر یقین نہیں رکھتے، اُن سے کلّیۃً اعراض و اجتناب، اور اپنی کامل برأت و پاک دامنی کا اعلان: اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ، (۶۰ : ۴) ہم تم سے اور ان بتوں سے جن کو تم خدا کے

سوا پوجتے ہو بے تعلق ہیں۔

(ب) اقرار توحید کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ انبیاء و رسل کے سلسلہ حقہ کو بھی بلا اختلاف و تفریق تسلیم کرکے اُن کے طریق عمل کو اُسوۂ حسنہ قرار دیا جائے: فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ، (۶: ۹۰) تو تم انھیں کی ہدایت کی پیروی کرو۔

(ج) کسی بڑے سے بڑے انسان کو بھی یہ حق نہیں پہونچتا کہ وہ اپنے آپ کو خدا کہے، یا اُس کا شریک ٹھہرائے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا کس قدر فضل و احسان ہے کہ اُس نے تم لوگوں کی راہ نمائی و ہدایت کے لیے ابراہیم، اور ان کے مقدس خاندان کو نبوت کے منصب جلیل پر فائز کیا، مگر لوگ ہیں کہ پرواہ نہیں کرتے، اور اُن سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔

اے زندان کے رفیقو! تم خود ہی انصاف کرو، ایک شخص وہ ہے جو صدہا آقاؤں کا غلام ہے، اور دوسرا اپنی جبین نیاز صرف ایک ہی مالک السموات والارض کے آگے خم کرتا ہے، نتائج و ثمرات کے لحاظ سے کس کی حالت بہتر ہوگی، اور پھر یہ واحد مالک وہ ہے جو تمام کائنات ارضی و سماوی پر قاہر و ضابط ہے، اور کسی کو طاقت نہیں کہ اُس کے حکم سے سر موانحراف کرسکے: وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ، (۳: ۸۳) اور سب اہل آسمان و زمین خوشی یا زبردستی سے خدا کے فرماں بردار ہیں، اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

عام لوگوں کی کیفیت یہ ہے کہ باوجودیکہ وہ اشرف مخلوقات ہیں، اپنے شرف و مجد کو کھو دیتے ہیں، اپنے سے کم تر چیزوں کی عبادت کرتے ہیں، ان اصنام و طواغیت کے آگے خمیدہ گردن ہوتے ہیں، جنھیں وہ خود اپنے ہاتھ سے بناتے ہیں، کوئی شجر و حجر کو

پوجتا ہی، اور کسی نے قبور انبیاء و اولیاء کو اپنا معبود و مسجود بنا لیا ہی، حالانکہ اگر وہ ذرا عقل و خرد سے کام لیتے، اور کتب الہیۃ میں درس و فکر کرتے تو انھیں معلوم ہو جاتا کہ شرک کرنا عقل و نقل دونوں کے خلاف ہی، وہ صرف اللہ ہی ہی جس کا ہر حکم نافذ ہوتا ہی، اور اُس کو اپنی پرستش کے سوا اور کوئی چیز مطلوب نہیں۔

یہی منہاج نبوت ہی، اسی پر تمام انبیاء کرام متفق ہیں، اور ان میں سے ایک نے بھی آج تک اس راہ حق سے انحراف نہیں کیا، مگر لوگ عجیب ہیں کہ اس صاف اور روشن صراط مستقیم کو چھوڑ کر کفر و شرک کی ظلمت و تاریکی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اور اپنی جہالت و لاعلمی کی وجہ سے طرح طرح کے نقصان اُٹھاتے ہیں۔

حقیقی تعبیر

(۴۱) یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُکُمَا فَیَسْقِیْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَیُصْلَبُ فَتَاْکُلُ الطَّیْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ (۴۲) وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ ۟ فَاَنْسٰهُ الشَّیْطٰنُ ذِکْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ۔

میرے زندان کے رفیقو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلائے گا، اور جو دوسرا ہی، وہ سولی دیا جائے گا، اور پرندے اُس کا سر نوچ نوچ کر کھا جائیں گے، جو امر تم مجھ سے پوچھتے تھے، وہ فیصل ہو چکا ہی، اور دونوں میں سے جس کی نسبت یوسف نے خیال کیا کہ وہ رہائی پائے گا، اُس سے کہا کہ اپنے آقا سے میرا ذکر بھی کرنا، لیکن شیطان نے ان کا اپنے بادشاہ سے ذکر کرنا بھلا دیا، اور یوسف کئی برس جیل ہی میں رہے۔

پند و موعظت کافی ہو گئی، اور اس وعظ و نصیحت سے راہ حق ان کے سامنے کھل گئی،

اس لیے اب حضرت یوسف نے وعدہ کے مطابق ان کے خواب کی یہ تعبیر بیان کی:

ساقی چند روز کے بعد رہا ہو گا، اور بادشاہ کو شراب پلایا کرے گا۔

نان بائی پھانسی چڑھے گا، اور پرندے اس کا سر نوچ نوچ کر کھائیں گے۔

جب حضرت یوسف تعبیر دے چکے تو اُن لوگوں نے کہا: مارایناشیئاً، ہم نے تو کوئی خواب نہیں دیکھا، مگر آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تم سے کہا گیا ہے وحی والہام کی بنا پر کہا گیا ہے، اور یہی ہو کر رہے گا، چنانچہ تیسرے روز شاہ مصر کی سال گرہ تھی، ساقی رہا ہو گیا، اور وہ مصلوب ہوا۔

اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی ہے، ربیعہ بن امیہ بن خلف نے ایک روز حضرت عمر سے اپنا ایک خواب بیان کیا کہ میں ایک سرسبز و شاداب میدان میں جا رہا ہوں، اس کے بعد ایک چٹیل اور بے آب و گیاہ میدان میں چلا گیا، اسکی تعبیر کیا ہے، آپ نے فرمایا کہ تمھیں دولت اسلام نصیب ہوگی، پھر تم مرتد ہو جاؤ گے، اس نے کہا میں نے تو کوئی خواب نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا: قضی الامر الذی فیہ تستفتیان، یہی ہوا کہ ربیعہ اسلام لا کر مرتد ہو گیا، اور اسی حالت میں مر گیا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

آپ کو ساقی کے رہا ہونے کا خیال تھا، اس لیے آپ نے اس سے فرمایا کہ کسی مناسب موقعہ پر شاہ مصر سے میرا بھی ذکر کرنا کہ ایک بے گناہ قید کی زندگی بسر کر رہا ہے، مگر رہائی کے بعد وہ شخص لذات و شہوات میں ایسا مبتلا ہوا، اور شیطان نے اس پر ایسا غلبہ حاصل کیا کہ سب کچھ بھول گیا، اور یوسف کا ذکر تک نہ کیا، چنانچہ اس کی اس غلطی کی بدولت آپ کو کئی سال تک جیل میں رہنا پڑا۔

بعض لوگ آپ کے اس فعل کو توکل کے خلاف سمجھتے ہیں، اور ایک حدیث کی بنا پر اس کو پسندیدہ نگاہ سے نہیں دیکھتے، مگر یہ دونوں باتیں غلط اور اصول اسلام کے خلاف ہیں،

(الف) توکل کے معنی لوگوں نے بے کاری اور بے دست و پا ہو جانے کے سمجھ رکھے ہیں، حالانکہ قرآن حکیم کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے مقاصد کے کسب و حصول میں ہر قسم کے ذرائع اور وسائل سے کام لے، اور اپنی پوری سعی و کوشش صرف کر دے، رہا اس میں کامیاب ہونا تو یہ اس کے اختیار میں نہیں، اسے وہ خدا پر چھوڑ دے، اگر اس پر مزید تفصیل کی آرزو ہو تو ہماری کتاب الخلافۃ الکبریٰ ملاحظہ کیجیے۔

(ب) جس حدیث کی بنا پر یہ خیال پیدا ہوا وہ یہ ہے، جس کو ابن جریر نے نقل کیا ہے: لو لم یقل یعنی یوسف الکلمۃ التی قال ما لبث فی السجن طول مالبث، حیث یبتغی الفرج من عند غیر اللہ، اگر یوسف یہ بات نہ کہتے تو اتنی دیر انھیں قید میں نہ رہنا پڑتا، اس لیے کہ انھوں نے غیر اللہ سے اعانت طلب کی، اس کے متعلق حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: وہذا الحدیث ضعیف جداً لان سفیان بن وکیع ضعیف، وابراہیم بن یزید ہو الجوزی اضعف منہ ایضاً، یہ روایت بالکل ضعیف ہے، اس لیے کہ سفیان بن وکیع ضعیف، اور ابراہیم بن یزید جوزی اس سے بھی ضعیف تر ہیں، البتہ حسن اور قتادہ سے بعض مرسل روایات اس باب میں ملتی ہیں، مگر وہ قابل قبول نہیں، کما صرح بہ ابن کثیر۔

جب ان روایات و مراسیل کی یہ کیفیت ہو تو ہم کس طرح ان پر اعتماد کر کے ایک معصوم انسان پر زبان طعن دراز کریں، حضرت یوسف نے جو کچھ کیا، وہی قرین عقل و انصاف تھا، اور اپنے بعد کے آنے والوں کے لیے اُنھوں نے بہترین راہ عمل کھول دی کہ وہ نالائق صوفیوں اور پیروں کے پیچھے لگ کر بے دست و پا نہ ہو جائیں، بلکہ اسباب و

وسائل سے کام لیں کہ اسی کا نام توکل اور اعتماد علی اللہ ہے۔

پادشاہ کا خواب۔

مصلحت الٰہی اسی امر کی مقتضی تھی کہ یوسف ابھی چند سال اور جیل میں رہیں تاکہ تاویل احادیث کی تعلیم اپنے اتمام و تکمیل کو پہنچے، اب وقت آگیا کہ وہ اس مصیبت سے نجات حاصل کریں، ان کا خواب پورا ہو، اور درجۂ اجتبا کو پہنچیں، اس کے لیے صورت یہ اختیار کی گئی کہ خود بادشاہ وقت ایک خواب دیکھتا ہے، جو حسب ذیل ہے:

(۴۳) وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَىٰ سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ سُنبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ ۖ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ إِن كُنتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ

اور بادشاہ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ سات موٹی گائیں ہیں، جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں، اور سات خوشے سبز ہیں اور سات خشک، اے سردارو! اگر تم خوابوں کی تعبیر دے سکتے ہو تو مجھے میرے خواب کی تعبیر بتاؤ، انھوں نے کہا یہ تو پریشان

(۴۴) قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ ۖ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالِمِينَ۔

خواب ہیں، اور ہمیں ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں آتی۔

اضغاث جمع ہے ضغث کی، سینکوں کو جمع کر کے مٹھا سا بنا لینے کو کہتے ہیں پھر استعارۃً ان خیالی باتوں اور شیطانی وساوس کو کہتے ہیں جو آدمی خواب میں دیکھتا ہے، کیونکہ قوت متخیلہ بے جوڑ باتوں کو جمع کر لیتی ہے، احلام جمع ہے حلم کی، جھوٹے خواب جن کی کوئی حقیقت نہ ہو۔

شاہ مصر کو اس خواب سے تعجب اس لیے ہوا کہ سات دبلی گائیں موٹی تازی کو کھا گئی ہیں، ایسے ہی سبز اور خشک بالیں اس لیے اس نے دربار کے جادوگروں سے اس کی تعبیر پوچھی، تو وہ کچھ نہ بتا سکے، بلکہ خواب پریشان کہہ کر ٹال دیا۔

ذریعہ نجات

(۴۵) وَقَالَ الَّذِىْ نَجَا مِنْهُمَا
وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ
بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ (۴۶) يُوْسُفُ
اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِىْ سَبْعِ
بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ
عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ
اُخَرَ يٰبِسٰتٍ لَّعَلِّىْٓ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ
لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ (۴۷) قَالَ تَزْرَعُوْنَ
سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا فَمَا حَصَدْتُّمْ
فَذَرُوْهُ فِىْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا
تَاْكُلُوْنَ (۴۸) ثُمَّ يَاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِ
ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ
لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ۔
(۴۹) ثُمَّ يَاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ
فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ

اب وہ شخص جو دونوں قیدیوں میں سے رہائی پا گیا تھا، اور جسے مدت کے بعد وہ بات بھی یاد آگئی، بول اٹھا کہ میں آپ کو اس کی تعبیر لا بتاتا ہوں مجھے جیل تک جانے دیجیے، اے یوسف، اے سراپا صدق! ہمیں بتایئے کہ سات موٹی گایوں کو سات دُبلی گائیں کھا رہی ہیں، اور سات خوشے سبز سات سوکھے خوشوں کو تاکہ میں لوگوں کے پاس جاؤں عجب نہیں کہ وہ بھی سمجھ جائیں، اُنھوں نے کہا کہ تم لوگ سات سال تک متواتر کھیتی کرتے رہو گے، تو جو غلہ کاٹو، تو تھوڑے سے غلہ کے سوا جو کھانے میں آئے اُسے خوشوں ہی میں رہنے دینا، پھر اس کے بعد سات سال سخت آئیں گے کہ جو غلہ تم نے جمع کر رکھا ہوگا سب کو کھا لو گے صرف وہی تھوڑا سا رہ جائے گا جو تم احتیاط رکھ چھوڑو گے، پھر اس کے بعد ایک سال آئے گا جس میں لوگوں کی فریاد سُنی جائے گی اور اسمیں وہ انگور بھی نچوڑیں گے۔

شاہ کا خواب سنکر اور اہل دربار کی عاجزی دیکھ کر ساقی کو خود اپنا واقعہ یاد آگیا اور ارکان سلطنت سے درخواست کی کہ اگر آپ لوگ قید خانہ تک مجھے جانے کی اجازت دیں، تو میں ابھی

اس مشکل کو حل کیے دیتا ہوں، اس لیے کہ جیل میں ایک ایسا طاہر و پاک باز اور معبر رویا انسان محبوس ہے، جو اس کی صحیح تعبیر بتا دیگا، چنانچہ خود میرے ساتھ یہی ہوا تھا اور وہی ہو کر رہا جو اس نے تعبیر دی تھی۔

بہرحال ساقی گیا، اور تمام خواب ذکر کرکے حضرت یوسف سے درخواست کی کہ سب لوگ پریشان ہیں، آپ تعبیر بتا دیجیے تاکہ میں انھیں مطمئن کرسکوں، آپ نے نہ صرف تعبیر دی بلکہ جو مصائب آنے والے تھے، ان کا علاج بھی بتا دیا، آپ نے فرمایا:

(الف) سات سال تم مسلسل کھیتی کروگے، یہ زمانہ سرسبزی و شادابی کا ہوگا، مگر جس قدر غلہ پیدا ہو اس میں سے صرف اپنی ضرورت کے مطابق لینا باقی محفوظ رکھنا۔

(ب) اب قحط کا زمانہ آئے گا، اور وہ بھی برابر سات سال تک رہیگا، جو غلہ تم گذشتہ سالوں میں بحفاظت تمام جمع کرچکے ہو، اسی پر تمہارا گذارہ ہوگا، کیونکہ امساک باراں کی وجہ سے مطلق کوئی چیز پیدا نہ ہوگی، یہاں تک کہ یہ غلہ بھی بہت کم رہ جائے گا۔

(ج) پندرہواں سال سرسبزی و شادابی، اور خوشحالی و فارغ البالی کا ہوگا، اور ہر چیز کی کثرت ہوگی۔

الزامات کی تحقیق۔

ساقی نے جاکر اس خواب کی تعبیر شاہ سے ذکر کی، وہ سنکر حیران رہ گیا، اور چاہا کہ خود اس صاحب عقل و خرد سے باتیں کرے، اس نے کہا:

(۵۰) وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ	بادشاہ نے کہا اس کو میرے پاس لاؤ، جب یوسف کے پاس قاصد آیا، تو انھوں نے کہا کہ اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ، اور اس سے یہ پوچھو کہ ان عورتوں کا

قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّىْ بِكَيْدِ
هِنَّ عَلِيْمٌ (۵۱) قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ
اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ
قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ
سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ
حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ
عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ
(۵۲) ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّىْ لَمْ اَخُنْهُ
بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ كَيْدَ
الْخَآئِنِيْنَ (۵۳) وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِىْ ۚ
اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ ۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا
مَا رَحِمَ رَبِّىْ ؕ اِنَّ رَبِّىْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

کیا حال ہے جنھوں نے اپنے ہات کاٹ لیے تھے، میرا
مالک تو ان فریب کاریوں سے خوب واقف ہے، بادشاہ
نے عورتوں سے پوچھا کہ اس وقت کا معاملہ کیا ہے
جب تم نے یوسف کو پھسلانا چاہا تھا، سب نے کہا خدا
کی پناہ، ہمارے علم میں یوسف کی کوئی برائی نہیں،
امراۃ العزیز بولی: اب سچ کھل گیا، میں نے ہی اُس کو
پھسلایا تھا اور وہ سچا ہے، یہ اس لیے کہتی ہوں کہ یوسف
کو معلوم ہو جائے کہ میں نے پس پشت اس کی خیانت
نہیں کی، اور اللہ تو خیانت والوں کی چال چلنے
نہیں دیتا، اور میں تو اپنے نفس کو بری نہیں ٹھہراتی،
کیونکہ نفس تو بُرائی پر اُکسایا ہی کرتا ہے، سوائے اُس کے
جس پر پروردگار رحم کرے، میرا رب غفور اور رحیم ہے

بادشاہ نے اپنا قاصد بھیجا کہ یوسف کو لے آئے، مگر انھوں نے فرمایا کہ جب تک عورتوں کے مقدمہ کا فیصلہ نہ ہو جائے میں جیل سے باہر قدم نہ رکھوں گا، حزم و احتیاط کا تقاضا یہی تھا کہ وہ انکار کردیں، اس لیے کہ آگے چل کر انھیں اسی ملک میں حکومت کرنا تھی، اور انھیں لوگوں سے کام لینا تھا، اگر یہ معاملہ گومگو میں رہتا. تو ممکن تھا کہ ایک طرف تو شاہ کا دل صاف نہ ہوتا، دوسرے اور لوگ بھی کھلم کھلا نہ سہی، در پردہ ہی آپ پر نکتہ چینی کرتے، انھیں آپ کی امانت و دیانت پر اعتماد نہ ہوتا، جو ایک حکمران کے لیے ضروری ہے۔

اُن کا یہ مطالبہ کہ خود شاہ اس مقدمہ کی تحقیق کرے، اس بات کو واضح کرتا ہے کہ ان کا

دامن بالکل پاک وصاف تھا، ورنہ ایک مجرم کس طرح ایسا مطالبہ کرسکتا ہے، اور شاہ پہ یہ حقیقت منکشف ہوجائے گی کہ جو شخص اتنی مدت قید میں رہنے کے باوجود بھی نکلنے کو تیار نہیں، وہ ضرور صاحب عقل وخرد، اور صبر واستقامت ہے اور اس کے مقدمہ کا بہت جلد فیصلہ کرنا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف کے اس انکار کی بہت مدح وستائش فرمائی ہے آپ فرماتے ہیں: عجبت من یوسف وکرمہ وصبرہ واللہ یغفر لہ حین سئل عن البقرات العجاف والسمان، ولو کنت مکانہ لما اخبرتہم حتے اشترطت ان یخرجونی، ولقد عجبت منہ حین اتاہ الرسول، فقال ارجع الی ربک، ولو کنت مکانہ ولبثت فی السجن مالبث لاسرعت الاجابۃ وبادرتہم للباب، ولما ابتغیت العذر انہ کان حلیما ذا اناۃ، مجھے یوسف کے جود وکرم، اور صبر واستقلال پر حیرت ہوتی ہے کہ جب ان سے گایوں والے خواب کی تعبیر دریافت کی جاتی ہے تو وہ فوراً بتا دیتے ہیں، اگر میں ان کی جگہ پر ہوتا تو جب تک وہ لوگ میری رہائی کو تسلیم نہ کرلیتے، میں انھیں کبھی اس کی تعبیر نہ بتاتا، پھر مزید تعجب اس امر پہ ہے کہ جب قاصد آیا تو آپ نے اس کو واپس کردیا، میں ہوتا، اور جتنی دیر یوسف قید میں رہے اتنی دیر قید میں رہا ہوتا تو فوراً قاصد کی بات مان لیتا، باہر نکلنے کے لیے دروازے کے پاس آنے میں جلدی کرتا، اور اس کے لیے بالکل عذر خواہ نہ ہوتا، بے شک یوسف بڑے ہی حلیم اور بُردبار تھے۔

امراۃ العزیز کی شہادت

شاہ نے عزیز کی بیوی اور دوسری عورتوں کو بلایا، اور اس تمام واقعہ کی ان سے تفصیل طلب کی، تمام عورتوں نے متفقہ طور پر عین دربار میں یوسف کی براءت وپاک دامنی

کی شہادت دی، لوگوں کو اس امر کا یقین ہو گیا کہ شہر میں جس قدر باتیں یوسف کے چال چلن اور سیرۃ کے متعلق مشہور تھیں، وہ سب بے سروپا ہیں، اور ان کا دامن بالکل پاک و صاف ہے۔

جب حالات یہاں تک پہنچ گئے تو امراۃ العزیز کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہ تھا کہ اپنے جرم کا اقرار کرتی، اس لیے اُس نے سب سے آخر میں بغیر کسی جبر و اکراہ کے حسب ذیل بیان دیا:۔

حق و صدق واضح ہو گیا، واقعہ یہ ہے کہ میں نے ہی اس پیکر عصمت و مجسمۂ ملکوتیت کو راہ حق سے منحرف کرنے، اور گناہ میں مبتلا کرنے کی کوشش کی تھی، مگر ہر کوشش میں مجھے ہی ناکام رہنا پڑا، اور اس ملک کریم کو ذرا بھی جنبش نہ ہوئی، یہ بیان میں اس لیے دے رہی ہوں کہ یوسف کو اطلاع ہو جائے جو ابھی جیل ہی میں ہے کہ میں نے اُس کی غیر حاضری میں اس کی خیانت نہیں کی، بلکہ سچے طور پر اُس کی پاکیزگی فطرت اور طہارت دامنی کا ستر با اعلان کیا ہے، میں اس کے حق میں اب کوئی خیانت نہیں کرنا چاہتی، اور یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک خائن کی چال چلنے دے، میں مجرم ہوں، میرا دل اس پر ملامت کر رہا ہے، میں اپنی کوئی برات نہیں کرتی اس لیے کہ نفس امارہ ہر ایک کے ساتھ لگا ہوا ہے، اور اس کے خدع و فریب سے وہی شخص بچ سکتا ہے، جس کے شامل حال توفیق خداوندی ہو، بہر صورت اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ اپنی رحمت سے کام لے کر میرے گناہوں کو معاف کر دے گا۔

محققین کی رائے

بعض مفسرین نے ذلک لیعلم سے ان ربی غفور رحیم تک تمام بیان کو حضرت یوسف کی طرف منسوب کیا ہے، حالانکہ وہ ابھی تک قید ہی میں ہیں، اور جب تک اُن کے مقدمہ کا

فیصلہ نہ ہو جائے باہر آنے پر رضامند نہیں، صحیح یہی ہے کہ یہ تمام بیان امراۃ العزیز ہی کا ہے جیسا کہ ہم نے اپنی تفسیر میں اختیار کیا ہے، یہی حافظ ابن کثیر اور دوسرے محققین کی رائے ہے، وہ فرماتے ہیں: وہذا القول ہو الاشہر والالیق والانسب بسیاق القصۃ ومعانی الکلام وقد حکاہ الماوردی فی تفسیرہ وانتدب لنصرہ الامام ابو العباس بن تیمیۃ رحمہ اللہ فافرد بتصنیف علی حدۃ، اس کو امراۃ العزیز ہی کا قول قرار دینا قصہ اور معانی کلام کے لحاظ سے الیق وانسب ہے، اور یہی رائے زیادہ مشہور ہے، ماوردی نے اپنی تفسیر میں اسی کو اختیار کیا ہے، اور امام ابن تیمیہ نے اسی قول کی تائید میں ایک مستقل کتاب تحریر کی ہے۔

تمکین فی الارض

(۵۴) وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي ۖ فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ

(۵۵) قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۖ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ

(۵۶) وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ ۚ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ ۖ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ

(۵۷) وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے میرے پاس لاؤ، میں اسے اپنا مصاحب خاص بناؤں گا، پھر جب ان سے گفتگو کی تو کہا کہ آج سے تم ہمارے ہاں صاحب منزلت اور صاحب اعتبار ہو، یوسف نے کہا کہ مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجیے، کیوں کہ میں حفاظت بھی کر سکتا ہوں، اور اس کام سے واقف بھی ہوں، اور اس طرح ہم نے یوسف کو ملک مصر میں جگہ دی، اور وہ اس ملک میں جہاں چاہتے تھے، رہتے تھے، ہم اپنی رحمت جس پر چاہتے ہیں کرتے ہیں اور نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے، اور جو لوگ ایمان لائے اور ڈرتے رہے ان کے لیے آخرت کا اجر بہت بہتر ہے

امراۃ العزیز اور الزامات مصر کی شہادت کے بعد شاہ کے دل میں حضرت یوسف کی نسبت بے انتہا حسن عقیدت پیدا ہو گئی اور اس کے مختلف اسباب تھے:

(۱) تمام کاہن اور جادوگر تعبیر خواب سے عاجز تھے، صرف یہی تھے جنہوں نے اُس کو اطمینان بخشا۔

(۲) باوجود مدتہائے دراز تک زندان میں رہنے کے انھوں نے نکلنے میں جلدی نہیں کی، بلکہ صبر و استقلال اور ثبات قدم سے کام لیا۔

(۳) امراۃ العزیز ہی کی بدولت ان پر یہ تمام تکالیف نازل ہوئیں، مگر جب انھوں نے مقدمہ کی تحقیق چاہی۔ تو اُس کا نام تک نہ لیا، بلکہ صرف اتنا کہا: ما بال النسوۃ التی قطعن ایدیہن۔

(۴) ان کا دامن عین برسر دربار تمام الزامات سے پاک وصاف بتایا گیا۔

(۵) ساقی نے بھی یقیناً اپنے واقعات شاہ کے گوش گذار کیے ہوں گے، اور یوسف کے علم و فضل، اور ورع و تقوی کی مدح و ستائش کی ہوگی۔

ان اسباب و وجوہ کی بنا پر اُس نے اور زیادہ شوق و ولولہ کے ساتھ یوسف کو جیل سے طلب کیا، خود اُن کی زبان مبارک سے خواب کی تعبیر سُنی، اور اُسے معلوم ہو گیا کہ اس وقت تمام سرزمین مصر میں اس نوجوان سے بہتر کوئی شخص نہیں، چنانچہ اس نے یوسف سے کہا: ازبس کہ خدا نے تجھے اس سب میں بینائی دی ہے، سو کوئی تجھ سا عاقل اور دانش ور نہیں ہے، تو میرے گھر کا مختار رہو، اور اپنا حکم میری سب رعیت پر جاری کر، فقط تخت نشینی میں میں تجھ سے بزرگ تر رہوں گا، (پیدائش ۴۱: ۳۹ و ۴۰) مکین و امین کا یہی مطلب ہے جو کتاب پیدائش کی ان آیات میں بیان کیا گیا ہے۔

حفیظ علیم

حضرت یوسف علیہ السلام نے شاہ سے کہا کہ آیندہ جو واقعات مصر میں پیدا ہونے والے ہیں، اور جس قدر سخت و شدید قحط اس ملک میں رونما ہوگا، ان کے لحاظ سے یہ ضروری ہے کہ ایسے شخص کو مالیات کا وزیر بنایا جائے جس میں حسب ذیل خصوصیات ہوں:

(۱) وہ امین اور سمجھ دار ہو۔

(۲) آمدنی کے تمام ذرائع و وسائل پر اس کی نظر ہو۔

(۳) وہ جانتا ہو کہ حکومت کی مالی حالت کو کس طرح محکم و استوار کیا جا سکتا ہے۔

(۴) سلطنت کی تمام ضروریات سے واقف ہو۔

(۵) مدات مصارف کا کماینبغی علم رکھتا ہو۔

(۶) ضروری و غیر ضروری میں فرق و امتیاز کر سکتا ہو۔

اللہ تعالےٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو قیام مصر کے دوران میں ان تمام باتوں کی تعلیم دے دی تھی، ان کے علم و فضل کا شہرہ چار دانگ عالم میں ہو چکا تھا، ان کی امانت و دیانت سے ایک ایک بچہ واقف تھا، تدبیر الٰہی اپنا کام پورا کر چکی تھی، اور اب وہ ہر طرح اس قابل تھے کہ اس بار گراں کو سنبھال لیں، چنانچہ انھوں نے اس کام کے لیے اپنی خدمات پیش کیں، اور کہا کہ میں حفیظ و علیم ہوں۔

اب تمام مصر میں حضرت یوسف ہی کی حکومت تھی، جو چاہتے احکام نافذ کرتے، بے شک جو محسنین ہوتے ہیں اُن کو اسی طرح دنیا میں نمایاں اور ممتاز کر دیا جاتا ہے، لیکن یہ صلہ بہت ہی حقیر اور ادنیٰ ثواب ہے۔ جو کچھ صحیح معنی میں ان ارباب ورع و تقویٰ کو ملنے والا ہے، وہ تو مرنے کے بعد ہی ملے گا

بصائر و حکم

یہاں تک حضرت یوسف کی زندگی کا ایک باب ختم ہوجاتا ہے، تدبیر الٰہی کے لطائف اور کرشمہ سازیوں کو دیکھو، ابتدا کس طرح ہوئی، انجام کیسا شاندار رہا، اور یعقوب نے جو تعبیر اس خواب کی دی تھی، کس طرح پوری ہوئی: ان ربی لطیف لما یشاء، انہ ہو العلیم الحکیم۔

قبل اس کے کہ آگے بڑھیں ہم چاہتے ہیں کہ پھر ایک مرتبہ پیچھے نگاہ ڈال لیں، اور ان بصائر و حکم اور عبر و مواعظ کو تلاش کریں، جو آیات ماسبق میں پنہاں ہیں کہ وہ آیندہ ہمارے لیے چراغ راہ و مشعل ہدایت ثابت ہوں:

(۱) اگر کوئی شخص برائی کا مرتکب ہو، اور اس کا ذکر ضروری ہو، تو اشارات و کنایات سے کام لیجیے، قرآن نے امراۃ العزیز کا نام نہیں لیا، بلکہ یہ کہا: وراودتہ التی ہو فی بیتہا عن نفسہ۔

(۲) زنا بدترین ظلم ہے، جو شخص اس میں پھنستا ہے وہ تمام ملک و ملت پر ظلم کرتا ہے، اور وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا: انہ لا یفلح الظلمون۔

(۳) اگر انسان صرف ایک خدا کا ہو رہے، تو وہ اس کی حفاظت کرتا ہے، اور ہر برائی سے اس کو بچا لیتا ہے: کذلک لنصرف عنہ السوء و الفحشاء۔

(۴) زانیہ عورت اور مرد کے تعلقات مودت کبھی اخلاص پر مبنی نہیں ہوتے، اور انکی محبت دیر تک قائم نہیں رہ سکتی: الا ان یسجن او عذاب الیم۔

(۵) اگر گواہ موجود نہ ہوں، تو قرائن سے کام لے کر فیصلہ کیا جاسکتا ہے: ان کان قمیصہ قد من قبل الخ۔

(۶) اگر دنیا کی باطل قوتیں اور شیطانی حکومتیں حرص و آرزو کے سبز باغ دکھا کر تمھیں راہ حق سے منحرف کرنے کی کوشش کریں، ملک و ملت سے غداری کے لیے مجبور کریں، اور ایسا نہ کرنے پر

تمہیں بوجھل بیڑیوں آہنی زنجیروں، زندان کی کوٹھریوں اور پھانسی کے تختوں کی دھمکی دیں، تو تم ان مصائب کو مسرت و شادمانی کے ساتھ قبول کرلو، مگر صراط مستقیم کو نہ چھوڑو، اور ملک وملت سے غداری و فریب کاری نہ کرو: رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ۔

(۷) ہر مصیبت و تکلیف کے وقت انسان خدا ہی کی طرف رجوع کرے: رب السجن احب الی۔

(۸) ہر گناہ سے بچنے کے لیے خدا ہی کی توفیق کا طلب گار ہو: والا تصرف عنی کیدھن اصب الیھن واکن من الجاہلین۔

(۹) ہر مسلمان کے ایمان کو اتنے رفیع وبلند مقام پر ہونا چاہیے کہ وہ معصیت کو تکلیف کے مقابلہ میں زیادہ خیال کرے۔

(۱۰) کسی بڑے سے بڑے انسان کو اپنے تقویٰ پر غرور و استکبار زیبا نہیں: اصب الیھن

(۱۱) مبلغین و دعاۃ اسلام کا یہ فرض ہے کہ وعظ و تذکیر کے وقت سامعین کی دلچسپی کا ضرور لحاظ رکھیں: قبل ان یاتیکما

(۱۲) علم حاصل کرنا ہو تو اُستاد کے ادب واحترام کا لحاظ کرنا ضروری ہے: ایہا الصدیق افتنا،

(۱۳) خدا پرستوں کو دنیوی عزت کی چاہ نہیں ہوتی، ان کی نظر طہارت و پاکیزگی پر ہوتی ہے: فارجع الی ربک۔

(۱۴) جب اور جس وقت اپنے نفع وسود کا موقع ہاتھ لگے، اُس سے پورا فائدہ اٹھاؤ: وظن انہ ناج منہما اذکرنی الخ

(۱۵) صبر اور عصمت سے تمسک و اعتصام کرو کہ یہی کامیابی کی راہ ہے: استخلصہ لنفسی۔

(۱۶) ہندوستان میں مدتہائے دراز سے انگریز حکومت کر رہے ہیں، جن کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ جب سے وہ یہاں آئے ہیں، اُس وقت سے قحط اور گرانی کی بدولت

لاکھوں انسان ہر سال مرتے ہیں، کیا ہم ارکان حکومت سے یہ توقع رکھ سکتے ہیں، کہ وہ حضرت یوسف کے ان ارشادات کو آویزۂ گوش بنائیں گے، اور قحط کے وقوع سے قبل اُس کے انسداد کی تدابیر عمل میں لائیں گے، مگر درحقیقت ان سے کوئی امید نہ رکھنی چاہیئے، اس لیے کہ وہ ہمیں عاجز و درماندہ، اور غلام و محکوم رکھنے کے لیے فراوانی اجناس کے وقت خود ہی تمام سامان خرید کر مصنوعی قحط ڈال دیتے ہیں۔

(۱۷)، مالیات کا صیغہ ہی دراصل ذریعہ حکومت ہے، تمام ہندوستان میں فنانس ممبر صرف انگریز ہی ہوتے ہیں، لیکن حکومت کو یہ چیز بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اُس کی قوم کے علاوہ ہندوستانی بھی اس فن کے ماہر ہو سکتے ہیں، جو اصلی معنی میں حفیظ و علیم ہوں گے اور ملک و ملت کی خیر خواہی ان کا اصلی مقصد ہو گا۔

(۱۸)، اگر ملک میں ارباب علم و فضل، اور دانش و بینش کا فقدان ہو، تو جس شخص میں شئون ملکی کے نظم و ادارہ کی اعلیٰ ترین قابلیت ہو، چاہیے کہ وہ خود اپنی خدمات پیش کرے اور ملک کو بتا دے کہ اس سے قابل تر اور کوئی شخص موجود نہیں: اجعلنی علیٰ خزائن الارض انی حفیظ علیم۔

باب ۲

قد جعلها ربی حقا

فصل اوّل

لتنبئنہم بامرہم ھذا وھم لایشعرون

بھائیوں کی آمد

(۵۸) وَجَاءَ اِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنكِرُونَ

(۵۹) وَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا

اور یوسف کے بھائی آئے، اور اس کے سامنے پیش ہوئے، تو اس نے ان کو پہچان لیا، اور وہ اس کو نہ پہچان سکے، جب اس نے ان کے لیے ان کا سامان تیار کر دیا، تو کہا کہ جو باپ کی طرف سے تمہارا ایک اور بھائی ہے، اسے بھی میرے پاس لیتے آنا، کیا تم نہیں

خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ (٦٠) فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ
بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ
(٦١) قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَ
اِنَّا لَفَاعِلُوْنَ (٦٢) وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ
اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِیْ رِحَالِهِمْ
لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَا اِذَا انْقَلَبُوْا
اِلٰی اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۔

دیکھتے کہ میں ماپ بھی پوری پوری دیتا ہوں، اور مہمان داری بھی خوب کرتا ہوں، اور اگر تم اسے میرے پاس نہ لاؤ گے، تو نہ تمہارے لیے میرے پاس غلہ ہے اور نہ تم میرے پاس آنا' اونہوں نے کہا کہ ہم اس کے باپ کے ارادہ کو پھیریں گے' اور ہم یہ کام کر کے رہیں گے' اور یوسف نے اپنے خدام سے کہا کہ ان کا مال ان کی خرجیوں میں رکھ دو' عجب نہیں کہ جب یہ اپنے اہل وعیال میں جائیں' تو اسے پہچان لیں' اور عجب نہیں کہ یہ پھر یہاں آئیں۔

اخوۃ جمع ہے اخ کی، یہ جمع قلت کا وزن ہے' جس کا اطلاق دس یا اس سے کم پر ہوتا ہے' جمع کثرۃ کے لیے اخوان ہے، جو دس سے زیادہ پر بولا جاتا ہے' بجہازہم، جہاز مصدر ہے تجہیز کا جس طرح سلام مصدر ہے تسلیم کا' اس سے مراد ان تمام چیزوں کا مہیا کرنا ہے جن کی مسافر کو ضرورت پڑتی ہے'

قرآن کریم نے درمیانی واقعات کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے، اس لیے کہ وہی ہوا جس طرح یوسف نے تعبیر دی تھی' سات سال فراخی و وسعت رزق کے گذر گئے، اور اس کے بعد شدید ترین قحط نمودار ہوا جو برابر سات سال تک رہا' کنعان بھی اس کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکا، آخر تنگ آ کر حضرت یعقوب نے اپنے بیٹوں کو غلہ لینے کے لیے مصر روانہ کیا، یوسف نے دیکھتے ہی انھیں پہچان لیا' ان کو عزت و اکرام سے رکھا' اور روانگی کے وقت ان سے کہا کہ اس مرتبہ آؤ تو اپنے چھوٹے بھائی کو بھی لیتے آنا ورنہ کچھ نہ ملے گا۔

جب ان کی روانگی کا وقت قریب ہوا' تو آپ نے ان کا وہ سامان بھی بوریوں میں بند

کرا دیا، جو وہ بطور معاوضہ اپنے ہمراہ لائے تھے، اس لیے کہ آپ جانتے تھے کہ ان کے گھر میں اس کے سوا اور کیا رکھا ہے، یہ بھی امید تھی کہ گھر جا کر جب اس سامان کو دیکھیں گے تو یہ ضرور دوسری مرتبہ بھی آنے کی کوشش کریں گے، اور اپنے بھائی کو بھی ساتھ لائیں گے نیز یہ بھی خیال تھا کہ شاید حضرت یعقوب کو اس سے کچھ پتہ مل سکے۔

بن یامین کی روانگی کی اجازت

(۶۳) فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ
قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ
فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا
لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (۶۴) قَالَ هَلْ
اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ
عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۭ فَاللّٰهُ
خَيْرٌ حٰفِظًا ۠ وَّهُوَ اَرْحَمُ
الرّٰحِمِيْنَ (۶۵) وَلَمَّا فَتَحُوْا
مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ
رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ۭ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا
نَبْغِيْ ۭ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ
اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا
وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ۭ ذٰلِكَ كَيْلٌ
يَّسِيْرٌ (۶۶) قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ

جب وہ اپنے باپ کے پاس واپس گئے تو کہنے لگے
کہ ابا ہمارے لیے غلہ کی بندش کر دی گئی ہے، تو
ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیج دیجیے، تاکہ ہم پھر
غلہ لائیں، اور ہم اس کے نگہبان ہیں، یعقوب نے کہا
کہ میں اس کے بارے میں تمہارا اعتبار نہیں کرتا، مگر
ویسا ہی جیسا پہلے اس کے بھائی کے بارے میں کیا تھا،
سو خدا ہی بہتر نگہبان ہے، اور وہ سب سے زیادہ رحم
کرنے والا ہے، اور جب انھوں نے اپنا اسباب کھولا،
تو دیکھا کہ ان کا سرمایہ ان کو واپس کر دیا گیا ہے۔ کہنے
لگے، ابا! ہمیں اور کیا چاہیے، دیکھیے یہ ہماری پونجی
بھی ہمیں واپس کر دی گئی ہے، اب ہم اپنے اہل و عیال
کے لیے پھر غلہ لائیں گے، اور اپنے بھائی کی نگہبانی کریں گے
اور ایک بار شتر زیادہ لائیں گے، یہ غلہ تھوڑا ہے، یعقوب نے
کہا کہ جب تک تم خدا کا عہد نہ کرو، کہ اس کو میرے پاس

مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ۔

لے آؤ گے میں اُسے ہرگز تمہارے ساتھ نہیں بھیجنے کا مگر یہ کہ تم گھیر لیے جاؤ، جب اُنھوں نے اُن سے عہد کرلیا، تو یعقوبؑ نے کہا کہ جو قول و قرار ہم کر رہے ہیں اس کا خدا ضامن ہے۔

مانبغی میں ما استفہامیہ معنی میں ہے، اور نبغی کے معنی طلب کرنے کے ہیں نمیر مشتق ہے میرہ سے، اور میرہ کہتے ہیں کھانے کی چیز کو، موثقاً مصدری معنی میں ثقہ کے اور ثقہ اُس عہد کو کہتے ہیں جس پر اعتماد و وثوق کیا جائے، پھر یہ مصدری معنی میں مفعول کے ہے یعنی عہد موثوقا بہ

ان لوگوں نے واپس جاکر اپنے والد سے کہا کہ اگر آپ کو پھر بھی غلہ لینا منظور ہے تو اس مرتبہ بن یامین کو ہمارے ساتھ ضرور روانہ کیجیے، مگر وہ ایک مرتبہ یوسف کا تجربہ کر چکے تھے، اور اگرچہ اب اُنھوں نے حفاظت کا وعدہ بھی کیا، مگر آپ کو یقین نہ آیا، اس لیے کہ جب آدمی ایک دفعہ اپنے آپ کو جھوٹا ثابت کردے، تو اُس کا اعتبار جاتا رہتا ہے، کتاب پیدایش میں ہے: تب اسرائیل نے کہا کہ تم نے مجھ سے یہ کیوں بدسلوکی کی، کہ اُس مرد سے کہا کہ ہمارا ایک اور بھائی ہے، وہ بولے کہ اس مرد نے ہمیں تنگ کرکے ہمارا اور ہمارے کنبے کا حال پوچھا، کہ کیا تمہارا باپ اب تک جیتا ہے، آیا تمہارا کوئی اور بھائی ہے، تو ہم نے باتوں کے سررشتے کے موافق اُس سے کہا، کیا ہم جانتے تھے کہ وہ ہمیں کہے گا کہ اپنے بھائی کو لے آؤ، (پیدائش، ۴۳: ۶و۷) اس بیان کے بعد حضرت یعقوبؑ کو ان کی بات ماننی پڑی۔

جب اُنھوں نے سامان کھولا، تو کیا دیکھتے ہیں کہ تمام نقدی واپس کردی گئی ہے، تو وہ اور بھی خوش ہوئے، اور اصرار کا ایک اور موقع اُن کے ہاتھ آگیا، بہرصورت تمام

بھائیوں نے خدا کو وکیل بنا کر پختہ وعدہ کیا کہ ہم بن یامین کو ضرور ساتھ لائیں گے، مگر پھر بھی حضرت یعقوبؑ نے ایک استثنا کر دیا کہ اگر بالفرض تم سب کے سب کسی مصیبت میں گرفتار ہو گئے، تو پھر میں اس کی واپسی کا تم سے مطالبہ نہ کروں گا، اور واللہ علیٰ ما نقول وکیل کہہ کر بن یامین کو ان کے سپرد کر دیا۔

وعلیہ فلیتوکل المتوکلون

(٦٧) وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ
وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۭ
وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ
اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ
وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (٦٨) وَ
لَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ۭ
مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ
اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ۭ
وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ
اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

اور اُس نے کہا، اے میرے بیٹو، ایک دروازہ سے داخل نہ ہونا، الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا، میں تم کو اللہ کے حکم سے تو ذرا بھی بچا نہیں سکتا، حکم صرف اللہ ہی کا ہے، میں نے اُس پر توکل کیا، اور بھروسہ کرنے والوں کو اُسی پر بھروسہ کرنا چاہیے، اور جب وہ داخل ہوئے، جس طرح اُن کے باپ نے ان کو حکم دیا تھا، داخلہ کا یہ حکم ان کو خدا کے حکم سے نہ بچا سکتا تھا، ہاں یعقوب کے دل میں ایک بات تھی جسے اُس نے پورا کیا، اور بلاشبہ وہ علم والا تھا، اس لیے کہ ہم نے اُسے علم دیا تھا، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

روانگی کے وقت حضرت یعقوب نے انھیں یہ وصیت کی کہ ایک ہی دروازے سے مصر میں داخل نہ ہونا، اس کے متعلق لوگوں نے مختلف توجیہات کی ہیں، مگر باوجود اس کے پھر بھی یہ سوال باقی رہ جاتا ہی کہ پہلی مرتبہ آپ نے ایسا کیوں نہیں فرمایا، دراصل اس کا پورا پورا جواب کتاب پیدائش سے ملتا ہی، اس میں ہی کہ جب یہ نوجوان ایک ہی شکل وصورت کے

شہر میں داخل ہوئے تو انھیں جاسوسی کے شبہ میں گرفتار کر لیا گیا، اور تین دن کی قید کے بعد رہا کیے گئے: ہم سب ایک ہی شخص کے بیٹے ہیں، ہم سچے ہیں، تیرے غلام جاسوس نہیں، وہ بولا کہ نہیں، بلکہ تم زمین کی بُری حالت دیکھنے آئے ہو۔ (پیدائش ۴۲ : ۱۱ و ۱۲)

اس واقعہ کا ذکر یہ لوگ اپنے والد سے کر چکے تھے، اس لیے انھوں نے شفقت پدری کے لحاظ سے اس مرتبہ مزید حزم و احتیاط سے کام لیا، اور اس مصیبت سے بچنے کی ایک تدبیر بتا دی، ظاہر ہے کہ جب یہ لوگ مختلف دروازوں سے شہر میں داخل ہوں گے تو کسی کو ان کی طرف توجہ بھی نہ ہوگی، اور ان کا مقصد بھی حاصل ہو جائے گا، بہر حال یہ ایک ایک انسانی تدبیر تھی ورنہ ہوتا وہی ہے جو وہ چاہتا ہے، اور اُسی ذات واحد پر انسان کو اعتماد و توکل چاہیئے۔

بظاہر واقعات کی رفتار الم ناک و یاس انگیز تھی، مگر یعقوب اس امر سے خوب واقف تھے کہ اس میں ضرور کوئی نہ کوئی راز مخفی ہے، اور کسی خاص مقصد کے لیے سب کچھ ہو رہا ہے، البتہ عام لوگ ان رموز و اسرار سے واقف نہیں ہوتے، اور اس لیے جلد ہمت ہار دیتے ہیں۔

پیالہ کی چوری

(۶۹) وَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰى يُوسُفَ اٰوٰى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّىٓ اَنَا اَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ "

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِىْ رَحْلِ اَخِيهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ

اور جب وہ لوگ یوسف کے پاس پہونچے، تو اُس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی، اور کہا کہ میں تمہارا بھائی ہوں، تو جو سلوک یہ کرتے رہے ہیں اُس پر اب افسوس کرنا، جب ان کا سامان سفر مکمل کر دیا، تو اپنے بھائی کی خورجی میں گلاس رکھ دیا،

اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسَارِقُوْنَ (۷۱) قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُوْنَ (۷۲) قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ

تو ایک پکارنے والے نے آواز دی کہ قافلے والو! تم تو چور ہو، وہ اُن کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے، کہ تمہاری کیا چیز کھوئی گئی ہے، وہ بولے بادشاہ کا پیالہ ہمیں نہیں ملتا، اور جو شخص اُس کو لے آئے، اُس کے لیے ایک بارِ شتر انعام، اور میں اسکا ضامن ہوں۔

اوی جگہ دینے اور منزل میں اتارنے کو ایوا کہتے ہیں' سقایہ' پانی پینے کا ظرف جس سے پانی پیا جاتا ہے، رحل' پالان شتر، اس کی جمع ارحل اور رحال آتی ہے، عیر اصل میں اس اونٹ کو کہتے ہیں جس پر بوجھ لدا ہو، یہ تعیر سے لیا گیا ہے، جس کے معنی آنا اور جانا ہے' بعض کی رائے یہ ہے کہ قافلہ حمیر کو عیر کہتے ہیں' پھر وسعت استعمال سے ہر قافلے کو عیر کہنے لگے' صواع، سقایہ اور صواع کے ایک ہی معنی ہیں یعنی پانی پینے کا برتن اس کی جمع صیعان آتی ہے۔

حضرت یوسف نے دو دو بھائیوں کو ایک ایک مکان میں اُتارا، اور بن یامین کو اپنے پاس ٹھہرایا اور اُس سے کہا کہ اب تمھیں ان نالائق بھائیوں سے بالکل بے پروا ہو جانا چاہیئے' بہرحال ان لوگوں کا سامان تیار ہو گیا' اور وہ روانہ ہو گئے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بن یامین کی بوری میں پیالہ کا رکھنا ابنائے یعقوب کی شرارت اور سازش تھی' مگر یہ حقیقت کے خلاف ہے' سیاق وسباق صاف بتا رہا ہے کہ یہ رائے عدم تدبر فی القران پر مبنی ہے، واقعہ یہی ہے کہ خود حضرت یوسف علیہ السلام نے اُس کو رکھوا دیا تھا، آپ نے اُس کے رکھنے سے قبل بن یامین سے کہہ دیا تھا کہ میں تمھیں

وانستہ اس معاملہ پر کسی وضاحت لکھنی پڑی ہے

اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں، مصری قانون میں اس کے جواز کی کوئی صورت نہیں البتہ کنعان کی شریعت میں یہ ممکن ہے، جب بن یامین نے اس تجویز پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا، تو پیالہ ان کی بوری میں رکھ دیا گیا، حضرت یوسف تو اسی وقت قابل الزام ہو سکتے تھے جب اُن کو اطلاع دیے بغیر ایسا کرتے۔

جب یہ قافلہ روانہ ہو گیا، تو شاہی ملازموں نے دیکھا کہ پیالہ گم ہے، ابنائے یعقوب ہی ان مکانوں میں ٹھہرے تھے، جہاں سے یہ صواع الملک گم گیا، اس لیے یہ قدرتی امر تھا کہ سب سے پہلے شبہ انہیں لوگوں پر ہو، جو وہاں مقیم تھے، اس لیے انھوں نے اُن کو چور کہہ کر پکارا اور یہ بھی کہہ دیا کہ جو شخص چوری کا پتہ دے گا، اُسے ایک بار شتر انعام ملے گا۔

کدنا لیوسف

(۷۳) قَالُوا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ (۷۴) قَالُوا فَمَا جَزَاؤُهُ إِنْ كُنْتُمْ كَاذِبِينَ (۷۵) قَالُوا جَزَاؤُهُ مَنْ وُجِدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَاؤُهُ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ (۷۶) فَبَدَأَ بِأَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ أَخِيهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِعَاءِ أَخِيهِ كَذَٰلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ

وہ کہنے لگے خدا کی قسم، تم کو معلوم ہے کہ ہم اس ملک میں نہیں آئے کہ خرابی کریں، اور نہ ہم چوری کیا کرتے ہیں، بولے کہ اگر تم جھوٹے نکلے تو چوری کی کیا سزا؟ اُنھوں نے کہا کہ جس کی خرجی میں وہ دستیاب ہو وہی اُس کا بدل قرار دیا جائے ہم ظالموں کو یہی سزا دیا کرتے ہیں، پھر موذن نے دوسروں کی خرجیوں کو دیکھنا شروع کیا، پھر یوسف کے بھائی کی گون میں سے اُس کو نکال لیا، اس طرح ہم نے یوسف کے لیے تدبیر کی ورنہ شاہی قانون کے مطابق

فِیْ دِیْنِ الْمَلِکِ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ۔

وہ مشیت خدا کے سوا اپنے بھائی کو لے نہیں سکتے تھے، ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کرتے ہیں اور ہر علم والے سے دوسرا علم والا بڑھ کر ہے

منادی کرنے والوں سے ابنائے یعقوب نے بہت کچھ کہا مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور کہا کہ اگر تم خود چور ثابت ہوئے تو کیا سزا ہوگی، سب نے مل کر کہا کہ بس چور کو پکڑ لو ہمارے ملک کا یہی قانون ہے، اب شاہی چوبداروں نے ان کی تلاشی لینی شروع کی، اور سب سے اخیر انکی خرجی کو دیکھا، کیونکہ ابن یامین پر اس لیے شبہ ہوسکتا تھا کہ وہ تو خود حضرت یوسف کے مہمان تھے، مگر جب ان کو کامیابی نہ ہوئی تو آخر کار اُنھوں نے بن یامین کی بوری بھی دیکھی، اور اُس میں وہ پیالہ مل گیا۔

یہ جو کچھ ہوا اللہ کے حکم سے ہوا، اُس کی مرضی یہی تھی کہ بن یامین اپنے بھائی کے پاس رہ جائے، مگر مصری قانون کے مطابق یہ ممکن نہ تھا، پس یہ صورت اختیار کی گئی، اور خود بھائیوں کی زبان سے یہ اقرار کرا لیا گیا کہ چور کو گرفتار کر لو، سچ ہے سب سے بڑھ کر اللہ ہی کا علم ہے۔

انتم شر مکانا۔

اس قرار داد کے مطابق بن یامین کو روک لیا گیا، تو ابنائے یعقوب نے عزیز مصر کے روبرو حسب ذیل رحم کی درخواست پیش کی۔

(۷۷) قَالُوْٓا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّہٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّھَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِہٖ وَلَمْ یُبْدِھَا لَھُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّکَانًا ۚ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

برادران یوسف نے کہا کہ اگر اس نے چوری کی ہے تو اس کے بھائی نے بھی پہلے چوری کی تھی، یوسف نے اس بات کو اپنے دل میں مخفی رکھا، اور ان پر ظاہر نہ ہونے دیا اور کہا کہ تم بڑے شریر ہو، اور جو تم بیان

بِمَا تَصِفُوْنَ (۷۷) قَالُوْا یٰاَیُّھَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَہٗٓ اَبًا شَیْخًا کَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَکَانَہٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ (۷۸) قَالَ مَعَاذَ اللّٰہِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَہٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ۔

کہتے ہو، خدا اُسے خوب جانتا ہے، وہ کہنے لگے کہ اے عزیز! اس کے والد بہت بوڑھے ہیں، تو اُس کی جگہ ہم میں سے کسی کو رکھ لیجیے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ احسان کرنے والے ہیں، یوسف نے کہا کہ خدا پناہ میں رکھے کہ جس شخص کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے اُس کے سوا کسی اور کو پکڑ لیں، ایسا کریں تو ہم بڑے بے انصاف ہیں۔

ابنائے یعقوب نے کہا کہ بن یامین کی چوری کوئی عجیب بات نہیں، اس لیے کہ اس کا بھائی بھی چور تھا۔

حضرت یوسف حاکم ہیں، صاحبِ اقتدار ہیں، ان کو اس بیہودہ بکواس پر سزا دے سکتے ہیں، وہ عاجز و درماندہ، اور اُن کے دست نگر ہیں، مگر اس پر بھی انہوں نے کمال حلم و بردباری سے کام لیا، ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالا، اور دل ہی دل میں کہنے لگے کہ یہ لوگ کس قدر شریر اور دیدہ دلیر ہیں، کہ میرے سامنے بے حیائی کے ساتھ مجھ پر تہمت لگا رہے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ اس بات کو خوب جانتا ہے کہ یہ تمام تر کذب و افترا ہے، اور میرا دامن اس سے کبھی بھی آلودہ نہیں ہوا۔

اب ان لوگوں نے آپ سے درخواست کی کہ بن یامین کو چھوڑ دیجیے، آپ نے ہمیشہ ہم پر احسان کیا ہے، اب اس کے بوڑھے باپ پر رحم کیجئے، اُس کی زندگی اس کے بغیر نہ گذر سکے گی، اور اگر آپ یہ چاہتے ہوں کہ جرم کی سزا ملنی چاہیے تو ہم حاضر ہیں، جس کو چاہیے گرفتار کر لیجیے، مگر آپ نے ان کی یہ درخواست ان الفاظ کے ساتھ نامنظور کر دی کہ چور کو چھوڑ کر

بے گناہ کو پکڑنا ظلم ہے۔ میں ایسا نہیں کر سکتا۔

مشورہ کے مطابق بیان

(۸۰) فَلَمَّا اسْتَايْئَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا ۖ قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُم مَّوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ وَمِن قَبْلُ مَا فَرَّطتُمْ فِي يُوسُفَ ۖ فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتَّىٰ يَأْذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي ۖ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ (۸۱) ارْجِعُوا إِلَىٰ أَبِيكُمْ فَقُولُوا يَا أَبَانَا إِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ وَمَا شَهِدْنَا إِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حَافِظِينَ (۸۲) وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعِيرَ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا ۖ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ

جب وہ اس سے ناامید ہو گئے، تو الگ ہو کر صلاح کرنے لگے، سب سے بڑے نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے والد نے تم سے خدا کا عہد لیا ہے، اور اس سے پہلے بھی تم یوسف کے بارے میں قصور کر چکے ہو، تو جب تک والد مجھے حکم نہ دیں، میں تو اس جگہ سے ہلنے کا نہیں، یا خدا میرے لیے کوئی اور تدبیر کرے، اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے، تم سب والد کے پاس واپس جاؤ، اور کہو کہ ابا آپ کے صاحبزادے نے چوری کی، اور ہم نے جو شہادت دی، وہ اپنے علم کے موافق دی، اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے، آپ اُس بستی سے پوچھ لیں جس میں ہم رہے، اور اُس قافلہ سے دریافت کر لیں جس میں لوٹ کر آئے ہیں، اور ہم بالکل سچے ہیں۔

درخواست مسترد کر دی گئی، اور بن یامین کو چوری کے جرم میں روک لیا گیا، تو اب یاس و قنوط کے عالم میں انھوں نے الگ جا کر مشورہ کرنا شروع کیا کہ والد سے جا کر کیا کہیں، سب سے بڑے نے کہا کہ میں اب کس مونھ سے اپنے باپ کے پاس جاؤں، تمھیں معلوم ہے کہ روانگی کے وقت والد نے تم سے عہد غلیظ لیا تھا، پھر تم یہ بھی جانتے

ہو کہ ایک مرتبہ یوسف کے معاملہ میں تم انھیں دہوکا دے چکے ہو، میں تو اسی جگہ رہتا ہوں، البتہ تم جاؤ اور یہ عرض کرنا کہ ابا جان! آپ کے صاحبزادے نے چوری کا ارتکاب کیا، اور وہ قید کر لیا گیا، ہمیں اس کے سوا اور کچھ معلوم نہیں، اگر آپ کو ہم پر اعتماد نہ ہو تو آپ ہر جگہ ہمارے متعلق دریافت فرما سکتے ہیں کہ اس معاملہ میں ہمارا کوئی ہاتھ نہیں، وہ گاؤں جہاں ہم نے منزل کی، اور وہ قافلہ جس کے ساتھ ہم سفر میں رہے، ان میں سے ہر ایک ہماری صداقت اور پاک دامنی کی شہادت دے گا۔

صبر جمیل

(۸۳) قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ عَسَى اللَّهُ أَن يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ

یعقوب نے کہا، بلکہ یہ بات تم نے اپنے دل سے بنا لی ہے، تو صبر ہی بہتر ہے، عجب نہیں کہ خدا ان سب کو میرے پاس لے آئے، بیشک وہ دانا اور حکمت والا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام ایک مرتبہ یوسف کے بارے میں ان لوگوں کا تجربہ کر چکے تھے، اس لیے انھوں نے ان کا بیان سن کر وہی جواب دیا، جو یوسف کو بھیڑیا کھا جانے کی خبر سن کر کہا تھا: بل سولت لکم انفسکم امرا فصبر جمیل، انھیں یوسف کے خواب پر یقین تھا، وہ جانتے تھے کہ اس کا پورا ہونا یقینی ہے، اور یہ ناممکن ہے کہ اس خواب کی حقیقی تعبیر سے قبل ان میں سے ایک بھائی بھی مر جائے، اس لیے انھوں نے پورے وثوق سے کہا کہ ان روح فرسا و الم ناک حوادث کی حکمت تو اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، مگر خدا کی ذات سے میں یہ امید رکھتا ہوں کہ ایک دفعہ تو ان سب سے میری ملاقات ہو کر رہیگی۔

اعتماد علی اللہ

(۸۴) وَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسَفَىٰ

اور یعقوب نے ان سے مونھ پھیر لیا، اور کہنے لگے ہائے

عَلٰی یُوْسُفَ وَابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ کَظِیْمٌ (۸۵) قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْکُرُ یُوْسُفَ حَتّٰی تَکُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَکُوْنَ مِنَ الْهَالِکِیْنَ۔ (۸۶) قَالَ اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (۸۷) یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ وَلَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ۔

افسوس یوسف، اور رنج و الم میں اُن کی آنکھیں سفید ہوگئیں، اور وہ رنج و غم کو دل ہی میں چھپائے ہوئے تھا، بیٹے کہنے لگے کہ واللہ تو یوسف ہی کا ذکر کرتا رہیگا، یہاں تک کہ تو مرنے کے قریب ہوجائے، یا ہلاک ہونے والوں میں سے ہوجائے، یعقوب نے کہا کہ میں اپنی پریشانی اور غم کی شکایت اللہ ہی سے کرتا ہوں، اور اللہ ہی کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے، اے میرے بیٹو! جاؤ، اور یوسف اور اس کے بھائی کا پتہ لگاؤ، اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو کیونکہ اللہ کی رحمت سے کافر لوگوں کے سوا اور کوئی مایوس نہیں ہوتا،

یا اسفیٰ، اسف کہتے ہیں شدت حزن و حسرت کو، کظیم لیا گیا ہے کظم سے، اس کے اصلی معنی باندھنے اور روزن کے بند کرنے کے ہیں، کظیم اُس شخص کو کہتے ہیں جو غصّہ کو ظاہر نہ ہونے دے، یہ فاعل کے معنی میں ہے، یعنی روکنے والا، حرضاً رنج و غم کی وجہ سے جسم و عقل کے فاسد ہونے اور جسم کے گھل جانے کے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السّلام کی جدائی کو زمانہ ہوگیا، مگر یعقوب نے ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نہ نکالا تھا، اب جو بن یامین کا حادثہ پیش آیا تو وہ غم بھی تازہ ہوگیا، بے اختیار زبان سے یا اسفیٰ علیٰ یوسف نکل گیا، اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

نبی اللہ کو غم تھا، اُس میں گھلے جاتے تھے، مگر کبھی اس رنج و اندوہ کو ظاہر نہ ہونے دیا،

اور یہ غم اس لیے نہ تھا کہ ان کا بیٹا گم گیا ہے، بلکہ اس لیے کہ ابراہیم و اسحٰق کے علوم کا وارث گم گیا ہے، اور اب یہ خاندان نبوت اس کی برکات سے محروم رہ جائے گا، باقی لڑکے تو سب نالائق تھے، اس لیے یہ غم ان کو اندر ہی اندر کھائے جاتا تھا اور آخر اس کا اثر ان کی آنکھوں پر بھی پڑا۔

ابنائے یعقوب کو یوسف کا ذکر ناگوار گذرا، ان کو تو یہ امید تھی کہ یوسف کی علیحدگی ان کی محبوبیت کا باعث ہوگی: یخل لکم وجہ ابیکم، مگر اب جو اتنی مدت کے بعد بھی انہیں یوسف کا نام لیتے سُنا، تو کہنے لگے کہ تم تو اُسی کی یاد میں خواہ مخواہ اپنی جان کو ہلاک کر دوگے، آپ نے فرمایا کہ تم کیوں پریشان خاطر ہوتے ہو، میں تو اپنے پروردگار سے اسکی شکایت کرتا ہوں، میں جانتا ہوں کہ یوسف زندہ ہے تم اللہ کی رحمت پر نظر رکھو، اور اس کی تلاش کرو، دیکھو مصر ہی میں کہیں نہ کہیں یہ گوہر مقصود ہاتھ آجائے گا۔

انتہائے صبر

چنانچہ اس حکم کی بنا پر ابنائے یعقوب تیسری مرتبہ پھر مصر گئے، اور عزیز کی خدمت میں باریاب ہو کر کہنے لگے۔

(۸۸) فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجَاةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ (۸۹) قَالَ هَلْ عَلِمْتُم مَّا فَعَلْتُم بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ	جب وہ یوسف کے پاس گئے تو کہنے لگے کہ عزیز! ہمیں اور ہمارے اہل وعیال کو بڑی تکلیف ہو رہی ہے اور ہم تھوڑا سا سرمایہ لائے ہیں، آپ ہمیں پورا غلہ دیجیے اور خیرات کیجیے کہ خدا خیرات کرنے والوں کو ثواب دیتا ہے، یوسف نے کہا تمھیں معلوم ہے کہ جب تم نادانی میں پھنسے ہوئے تھے، تو تم نے یوسف

اِذْ اَنْتُمْ جَاهِلُوْنَ۔ اور اُس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا۔

ہماری حالت سخت ناگفتہ بہ ہی، سب طرف سے ہمیں تکلیفوں اور مصیبتوں نے گھیر رکھا ہی، ہمیں غلہ چاہیئے مگر اُس کے معاوضہ میں ہم جو کچھ لاے ہیں وہ نہایت ہی حقیر اور ناقابل التفات چیز ہے، ہماری نظر تو آپ کی بخشش و کرم اور جود و عطا پر ہی، یوسف نے یہ حالات سُنے تو بے چین ہو گئے، اُن کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا، اُس میں ایک قطرہ کی بھی گنجائش باقی نہ رہی، ان سے نہ رہا گیا، اور بے تابانہ انھوں نے کہا، تمھیں معلوم بھی ہی کہ تم اپنی جہالت و لاعلمی کی وجہ سے یوسف اور بن یامین کے ساتھ کیا کچھ کر چکے ہو۔

استعجاب و حیرت

(۹۰) قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ وہ بولے کیا تمھیں یوسف ہو، انھوں نے کہا ہاں
قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ز قَدْ میں یوسف ہوں، اور یہ میرا بھائی ہی، خدا نے ہم پر
مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ بڑا احسان کیا ہی، جو شخص خدا سے ڈرتا اور صبر کرتا
فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ ہی تو خدا نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

ءانک میں استفہام تقریری ہی، اور یہ سوال تمام تر تعجب و حیرت، اور استعجاب و استغراب سے پر ہی، غور کیجیے یہ لوگ کس طرح اس نتیجہ پر پہنچ گئے، اور انھوں نے یوسف کو شناخت کر لیا:

(۱) جب حضرت یعقوب کو ان لوگوں نے بن یامین کی چوری کی اطلاع دی تو انھوں نے فرمایا: عسی اللہ ان یاتینی بہم جمیعا۔

(۲) آپ نے ان لوگوں سے کہا: اذھبوا فتحسسوا من یوسف واخیہ جاؤ مصر ہی میں ان دونوں کو تلاش کرو۔

(۳) مصری اس زمانہ میں یہاں کے ہندوؤں کی طرح چھوت چھات کے سخت پابند تھے، اور عبریوں کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے: اور انھوں نے اس کے لیے الگ اور ان کے لیے جُدا، اور مصریوں کے لیے جو ان کے ساتھ کھاتے تھے علیحدہ چنا، اس لیے کہ مصر کے لوگ عبرانیوں کے ساتھ کھانا کھا نہیں سکتے، مصری اسے مکروہ جانتے ہیں (پیدائش ۴۳ : ۳۳) مگر ابنائے یعقوب نے بار بار اس امر کا تجربہ کرلیا تھا کہ عزیز مصر کے کریمانہ اخلاق ان مصریوں سے بدرجہا افضل و احسن ہیں، اور وہ ان کے ساتھ نہایت ہی شرافت سے پیش آتے ہیں۔

(۴) وہ نہ صرف یوسف ہی سے واقف ہے، بلکہ اُس کے بھائی کو بھی جانتا ہے۔

(۵) اذ انتم جاہلون کہہ کر خود ان کی طرف سے معذرت کر رہا ہے۔

یہ مختلف دلائل ہیں جو ہم نے صرف قارئین کرام کے اطمینان قلب و ثلج صدر کے لیے لکھ دیے ہیں، ورنہ اس سوال میں جو لطف ہے، اس سے وہی لوگ حظ وافر حاصل کر سکتے ہیں، جنھیں عربیت کا ذوق ہے۔

بہرحال آپ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ بے شک میں ہی وہ مظلوم و ستم رسیدہ یوسف ہوں، اور یہ میرا بھائی ہے، دیکھو مصیبتوں پر مصیبتیں، اور تکلیفوں پر تکلیفیں آئیں مگر خدا کے لطف و احسان کی طرف نگاہ کرو، کہ وہی تکالیف ہمارے لیے موجب راحت و آرام بن گئیں، اور ہمارے مراتب و درجات بلند ہوئے، یاد رکھو جس دل میں عظمت و جلال ربانی محکم و جاگیر ہو جاتا ہے، جو اپنے دل کو خواہشات نفسانی سے روکتا ہے، جو تکلیف و مصیبت کے وقت جبل استقامت و استقلال بن جاتا ہے، اور جو اپنے عقائد صالحہ کو خارجی اثرات ضلالت سے محفوظ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ ضرور اس کی نصرت و یاوری کرتا ہے، اور اسے ہر قسم

کی فضیلت و برتری نوازش فرماتا ہی۔

حجۃ اللہ البالغہ

(۹۱) قَالُوْا تَاللّٰہِ لَقَدْ اٰثَرَکَ اللّٰہُ	وہ بولے، خدا کی قسم، خدا نے تم کو ہم پر فضیلت بخشی
عَلَیْنَا وَاِنْ کُنَّا لَخٰطِئِیْنَ (۹۲) قَالَ لَا	ہی اور بے شک ہم خطا کار تھے، یوسف نے کہا کہ
تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ	آج کے دن تم پر کچھ عتاب نہیں ہی، خدا تم کو معاف
وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (۹۳) اِذْھَبُوْا	کرے، اور وہ بہت رحم کرنے والا ہی، یہ میرا قمیص
بِقَمِیْصِیْ ھٰذَا فَاَلْقُوْہُ عَلٰی وَجْہِ اَبِیْ	لے جاؤ، اور میرے باپ کے چہرہ پر ڈال دو، وہ دیکھنے
یَاْتِ بَصِیْرًا ج وَاْتُوْنِیْ بِاَھْلِکُمْ اَجْمَعِیْنَ	لگیں گے، اور اپنے تمام اہل و عیال کو میرے پاس لے آؤ

پہلے امراۃ العزیز اور تمام عورتوں کو عین دربار میں عصمت یوسفی کا اقرار کرنا پڑا تھا، اب برادران یوسف کو علی الاعلان اپنے قصور کا اعتراف کرنا پڑا، بے شک خدا کا وہ وعدہ پورا ہو کر رہا، جو اُس نے کنوئیں میں یوسف کے ساتھ کیا تھا: لتنبئھم بامرھم ھٰذا۔

جس وقت ان لوگوں نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا تو آپ نے اُن کے اطمینان قلب و ثلج صدر کے لیے فرمایا کہ تم ان ناشائستہ حرکات کو یاد کر کے پریشان خاطر مت ہو، میں تم پر کوئی ملامت نہیں کرتا، اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُمید ہی کہ وہ بھی درگذر کرے گا، اب جس طرح تم سے ہو سکے "میرا قمیص لے کر کنعان واپس جاؤ"، اس سے والد محترم کو مسرت و شادمانی ہوگی ان کا تمام حزن و ملال جاتا رہے گا، اور اُن کی آنکھوں میں جو ضعف آگیا ہی اس کے دیکھتے ہی سب دور ہو جائے گا، اور پھر سب مل کر یہاں چلے آؤ۔

کرشمہ ہائے قدرت

(۹۴) وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِیْرُ قَالَ اَبُوْھُمْ	اور جب قافلہ مصر سے چلا تو اُن کے باپ نے کہا، کہ

إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَن تُفَنِّدُونِ
(۹۵) قَالُوا تَاللَّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ
(۹۶) فَلَمَّا أَن جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَىٰ
وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ
إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (۹۷)
قَالُوا يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا
إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ (۹۸) قَالَ سَوْفَ
أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ
الْغَفُورُ الرَّحِيمُ۔

میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں، اگر مجھے بہکا ہوا نہ سمجھو
انھوں نے کہا، خدا کی قسم، تو اپنی پرانی غلطی میں ہے
پھر جب خوشخبری دینے والا آ پہنچا، تو اس نے قمیص
کو اس کے چہرہ پر ڈال دیا، تو وہ بصیر ہو گئے، کہا
کیا میں تمہیں نہ کہتا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ
کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے، بیٹوں نے کہا کہ ابا
ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی مغفرت مانگیے، بیشک
ہم خطاکار تھے، انہوں نے کہا کہ میں اپنے پروردگار سے
تمہارے لیے بخشش مانگوں گا، بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے

اس قافلہ کا مصر سے روانہ ہونا تھا کہ بوئے یوسفی نے حضرت یعقوب کے دماغ کو معطر کر دیا، علم النفس کا ایک معمولی طالب علم بھی اس امر کو بخوبی جانتا ہے، کہ اگر دو شخصوں کے تعلقات مودت پاک و طاہر ہوں، تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جو حالت ایک پر گذرتی ہے، باوجود بُعد مسافت کے دوسرا بھی اُس میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور یہ کوئی عجیب بات نہیں، روزمرّہ کے واقعات ہیں، جس قدر طبیعت میں صفائی اور پاکیزگی ہوگی، اُسی قدر یہ چیز زیادہ نمایاں ہوگی، تمہارا ایک عزیز بیمار ہے، مدت سے اس کا کوئی خط نہیں آیا، یکایک ایک روز تم کہتے ہو کہ آج فلاں شخص کا خط آئے گا، چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ڈاکیہ آتا ہے، اور واقعی اسی دوست کا خط تمہارے حوالہ کرتا ہے۔

مدتہائے دراز کی مہجوری و فراق کے بعد حضرت یعقوب پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی، اور بے اختیار ہو کر اُن لوگوں سے کہا جو وہاں موجود تھے کہ ہو نہ ہو یہ تو بوئے یوسفی ہے جو مصر کی

طرف سے آرہی ہے، مگر انہوں نے یہی کہا کہ تم تو بوڑھے ہونے کی وجہ سے اس قسم کی بہکی بہکی باتیں کرتے ہو۔ آخر کار قافلہ آگیا، اور اُس نے پیراہن یوسفی آپ کے سامنے ڈال دیا، اُس کو دیکھتے ہی آپ کا تمام حزن وغم کافور ہو گیا، اور کمال فرحت وسرور کی وجہ سے آنکھیں بھی روشن ہو گئیں۔

بعض امراض ایسے ہیں کہ جب وہ ایک خاص حالت تک پہنچ جاتے ہیں، تو اُن کے لیئے کوئی علاج کارگر نہیں ہوتا، سوائے اس کے کہ مریض کو بالکل ناگہانی مسرت وشادمانی کی خبریں سنائی جائیں، اسی ایک صورت سے مرض کا ازالہ ہو سکتا ہے حضرت یعقوب کی حالت اسی قسم کی تھی، اب جو یکایک یوسف کے زندہ ہونے، ملک مصر کا پادشاہ بننے، اور تقوی وطہارت سے زندگی بسر کرنے کی مسرت انگیز خبر سنی، تو انکا سب غم جاتا رہا، اور وہ بالکل تندرست ہو گئے۔

عجائبات قدرت

ایک وقت تھا کہ یوسف کنوئیں میں ہیں، کنعان سے زیادہ فاصلہ نہیں، مگر یعقوب کو ذرہ برابر بھی خبر نہ ہوئی کہ اس پر کیا گذر رہی ہے، اور آج ایسی حالت میں ان کی خبر گھر والوں کو سنا رہی ہیں، جب کہ دونوں کے درمیان کئی منزلوں کی مسافت ہے، شیخ سعدی نے کیا خوب فرمایا ہے:

یکے پرسید زاں گم کردہ فرزند — کہ اے روشن گہر پیر خردمند!
ز مصرش بوئے پیراہن شنیدی — چرا در چاہ کنعانش نہ دیدی!
بگفت احوال ما برق جہان است — دمے پیدا و دیگر دم نہان است!
گہے بر طارم اعلیٰ نشینیم — گہے بر پشت پائے خود نہ بینیم!

ابنائے یعقوب نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا اور والد سے معافی خواہ ہوئے اگرچہ ان لوگوں نے اپنی شرارتوں سے آپ کی زندگی تلخ کردی تھی، مگر آخر پھر بھی ایک ہی باپ کی اولاد تھے، اُن سے اگر بدلہ لیتے تو پھر بھی آپ ہی کو تکلیف پہنچتی، آپ نے فرمایا کہ تم خاطر جمع رکھو انشاء اللہ میں تمہارے لیے صمیم قلب سے دعا کروں گا۔

اقسام قمیص

اس سورۂ مبارکہ میں تین قمیصوں کا ذکر آیا ہے:

(الف) جس کے ذریعہ سے حضرت یعقوب کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی گئی کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا۔

(ب) جب امراۃ العزیز نے اپنے خاوند کے روبرو یوسف پر الزام لگایا تو اسی قمیص سے ان کی بریت ہوئی۔

(ج) ان کے قمیص نے والد کو یوسف کی زندگی کا یقین دلایا۔

یہ تینوں قمیص حضرت یوسف علیہ السلام ہی کے تھے، اب اسی ذیل میں دو اور قمیص کا ذکر سن لیجیئے۔

(د) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک قمیص پہنے ہیں، اور لمبا اتنا ہے کہ چلتے وقت زمین پر گھسٹتا ہوا جاتا ہے، آپ نے یہ خواب دربار رسالت میں عرض کیا، اور اس کی تعبیر چاہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تدین اور تقوی نے تمہارے تمام جسم کو ڈھانپ لیا ہے: ولباس التقوی ذلک خیر (۷: ۲۶)

(ہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے فرمایا: ان اللہ سیقمصک قمیصاً

وانک تصلاص علی خلعۃ فایاک وخلعۃ ۔ اللہ تعالے تمہیں ایک قمیص پہنائے گا پھر لوگ اُس کے اُتارنے کی کوشش کریں گے، مگر دیکھنا اس کو الگ نہ کردینا یہاں آپ نے قمیص سے مراد خلافت اور حکومت لی۔

قد جعلہا ربی حقا

(۹۹) فَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰی یُوسُفَ اٰوٰی اِلَیْہِ اَبَوَیْہِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ اٰمِنِیْنَ (۱۰۰) وَرَفَعَ اَبَوَیْہِ عَلَی الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَہٗ سُجَّدًا وَقَالَ یٰٓاَبَتِ ہٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَہَا رَبِّیْ حَقًّا ط وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْٓ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِکُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ ط اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ط اِنَّہٗ ہُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ۔

جب یہ سب لوگ یوسف کے پاس پہنچے تو اُس نے اپنے والدین کو اپنے پاس بٹھایا اور کہا مصر میں داخل ہو جائیے خدا نے چاہا تو وہاں امن سے رہیئے گا، اور اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا اور سب اُس کے لیے سجدے میں گر پڑے اس وقت یوسف نے کہا، ابا جان! یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے پہلے دیکھا تھا، میرے پروردگار نے اُسے سچا کر دیا، اور اُس نے مجھ پر احسان کیا جب مجھ کو جیل سے نکالا، اور اُس کے بعد کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں فساد ڈال دیا تھا آپ کو بیابان سے یہاں لایا بے شک میرا پروردگار ان امور کا دانا ہے جو وہ کرنا چاہتا ہے وہ دانا اور حکمت والا ہے۔

حضرت یوسف کی والدہ کا انتقال تو اُسی وقت ہو گیا تھا، جب بن یامین نفاس ہی میں تھے اس کے بعد حضرت یعقوب نے اُن کی خالہ سے نکاح کر لیا تھا، یہاں ابویہ

سے مراد یعقوب اور یوسف کی خالہ مراد ہیں۔

یعقوب اپنے تمام خاندان کو لیکر مصر میں داخل ہوئے یوسف نے ان کا نہایت ہی شاندار استقبال کیا، ان سب نے دیکھ لیا کہ آج یوسف کو جو عزت و مرتبت نصیب ہے ہم میں سے کوئی شخص وہاں تک نہیں پہنچ سکتا، وہ اس جگہ کے حاکم اعلیٰ تھے اس لیے قانوناً ان لوگوں کے لیے ضروری تھا کہ تمام شاہی آداب بجا لائیں چنانچہ انھوں نے پوری تعظیم کی، اب یوسف نے مزید اکرام و احترام کے اظہار کے طور پر اپنے ماں باپ کو تخت پر اپنے پاس جگہ دی، اور اپنی سابقہ زندگی کے حالات بیان کرنے شروع کیے، مگر آپ نے اس دلاویز و لطیف طریق سے اُن کا تذکرہ کیا کہ واقعات بھی سب کہ گئے، اور کسی کو ناگوار بھی نہ گذرا۔

یہ کون کہہ سکتا تھا کہ کنوئیں میں گرنا مصر میں آنے کا سبب ہوگا۔

قید میں جانا مصر کے تخت و تاج کے مالک بن جانے کا ذریعہ ہوگا۔

اور قحط کا پڑنا یعقوب اور اولاد یعقوب کے داخلہ مصر کا باعث بن جائیگا۔

یہ سب اُس خدائے قدوس کی کرشمہ سازیاں ہیں، جس نے ہر مرتبہ مجھ پر احسان فرمایا، اور ہر تکلیف کو راحت سے بدل دیا، بے شک وہ جو چاہتا ہے، کرتا ہے، اُس کی باریکیوں کو اُس کے سوا کون جان سکتا ہے، لوگوں کی نظر ظاہر پر ہوتی ہے، مگر وہ باطن اور حقیقت کو دیکھتا ہے: یعلمون ظاہرا من الحیٰوۃ الدنیا (۳۰ : ۷) یہ دنیا کی ظاہری زندگی ہی کو جانتے ہیں۔

یوسف کی دعا

خواب کی تعبیر پوری ہوگئی، تدبیر الٰہی نے اپنا کام کرلیا، اور ان ربی لطیف لما یشآء کی کرشمہ سازیوں کو سب نے برائے العین مشاہدہ کرلیا، اب حضرت یوسف علیہ السلام

اپنے خاتمہ بالخیر کی دعا کرتے ہیں اور اسی پر یہ عبرت اندوز و بصیرت افروز قصہ ختم ہو جائے گا

(۱۰۱) رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ۔

میرے رب! تو نے مجھے حکومت سے حصہ دیا، اور مجھے تاویل احادیث کی تعلیم دی، اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، دنیا اور آخرت میں تو ہی میرا کارساز ہے، تو مجھے مسلمان ہی ماریو اور نیکوں ہی کے ساتھ ملا دیجو۔

اے میرے خداوند! تو نے مجھے ہر قسم کی روحانی و جسمانی نعمتوں سے سرفراز فرمایا، تو ہی زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے، اور دنیا و آخرت میں صرف تیری ہی ذات میری ولی و کارساز ہے، تو مجھے بقیہ زندگی میں بھی اپنا ہی فرماں بردار رکھیو جب مروں تو اسی حالت اسلام پر، اور یہ کہ مجھے میرے اباے کرام ابراہیمؑ اسحٰقؑ اور یعقوبؑ کے ساتھ ملا دیجو۔

پند و موعظت

یہاں پر یہ قصہ بالکل ختم ہو گیا، آیات ماسبق میں عبرت و بصیرت کے جو مخفی خزائن ہیں، وہ نذر ناظرین کرام ہیں:

(۱) اگر تمہاری جمعیت تمہارے دشمنوں کی نظر میں کھٹکتی ہے، تو بظاہر الگ الگ ہو جاؤ اور اس طرح اپنے پیش نظر مقصد کے لیے مصروف عمل ہو جاؤ: وادخلوا من ابواب متفرقة۔

(۲) اسباب و وسائل دنیوی سے کام لینے کے باوجود تمہارا اعتماد و توکل اللہ کی ذات پر ہو: وعليه فليتوكل المتوكلون۔

(۳) قحط کے زمانہ میں جو افسر رسد کی تقسیم پر مقرر ہو اسے ہر شخص کے لیے اتنی مقدار مقرر کر لینی چاہیئے کہ اس کو آخر تک نبھا سکے: ولمن جاء به حمل بعير۔

(۴) رنج و غم انسانوں پر ظاہر نہ کرو، بلکہ اللہ کی طرف رجوع چاہیئے: انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ۔

(۵) اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہونا چاہیئے: ولا تایسوا من روح اللہ۔

(۶) جب ایک مسلمان پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں تو اسے چاہیئے کہ وہ اپنے دشمنوں کو عفو عام دے دے: لا تثریب علیکم الیوم۔

(۷) حسد سے پرہیز کرنا ضروری ہے، برادران یوسف کے انجام پر نظر ڈالو: خروا لہ سجدا۔

(۸) جب مصیبتوں میں مبتلا ہو تو یوسف کی تکالیف کو مع اُن کے نتائج کے یاد کرو۔

(۹) اگر غلامی و محکومی میں مبتلا ہو تو اس پر قانع نہ ہو جاؤ، اللہ پر اعتماد رکھو جس نے یوسف کو غلامی سے نکال کر تخت مصر کا مالک بنا دیا، وہ تمھیں بھی یہ عزت و سرفرازی نوازش فرما سکتا ہے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

فصل دوم

رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم

محمد الرّسول اللہ

(۱۰۲) ذٰلِكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَيۡبِ نُوۡحِيۡهِ اِلَيۡكَ ‌ۚ وَمَا كُنۡتَ لَدَيۡهِمۡ اِذۡ اَجۡمَعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ وَهُمۡ يَمۡكُرُوۡنَ‏۔

یہ اخبار غیب میں سے ہیں، جو ہم تمہاری طرف بھیجتے ہیں، اور جب برادران یوسف نے اپنی بات پر اتفاق کیا تھا، اور وہ فریب کر رہے تھے تو تم ان کے پاس نہ تھے۔

جو واقعات گذشتہ آیتوں میں بیان کیے گئے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا کوئی علم نہ تھا، اور اگر بالفرض آپ اُس وقت وہاں موجود ہوتے جب یوسف کے بھائی ان ناشائستہ حرکات کا مشورہ کر رہے تھے، اور آپ ان تمام باتوں سے واقف ہوتے، تو پھر بھی ناممکن تھا کہ آپ اپنی زندگی کو ان واقعات وحوادث کے مطابق بنا لیتے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام کے آپ کو ان امور کی اطلاع دی، اور آپ کی حیات

طیبہ میں وہی پیش آیا، جو یوسف کے ساتھ ہوا، اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(۱) آپ کی روحانی زندگی کی ابتدا خواب سے ہوئی۔	آپ ابتدا میں خواب ہی دیکھا کرتے تھے، بخاری میں ہے: اول ما بدی بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرویا الصالحۃ فی النوم فکان لا یری رویا الا جاءت مثل فلق الصبح، وحی کی جو ابتدا ہوئی تو ابتدا میں آپ رویاے صالحہ ہی دیکھا کرتے تھے، اور جو کچھ دیکھتے وہی وقوع میں آتا
(۲) خواب سن کر حضرت یعقوب کو خیال ہوا کہ برادران یوسف کے دلوں میں حسد پیدا ہوگا۔	ورقہ بن نوفل نے وحی کی خبر سن کر کہا: لم یات رجل قط بمثل ما جئت بہ الا عودی یا لیتنی اکون حیا اذ یخرجک قومک، جو شخص بھی اس الہام کو لاتا ہے، جس کو آپ پیش کر رہے ہیں، اس کو ضرور تکلیف پہنچتی ہے، کاش میں اس وقت زندہ ہوں جب تمہاری قوم تمہیں یہاں سے نکال دے گی۔
(۳) آپ کو درجۂ اجتبا نصیب ہوگا۔	نہ صرف آپ کو بلکہ آپ کی امت کو بھی یہ عزت نوازش کی گئی: جاہدوا فی اللہ حق جہادہ ہو اجتباکم، (۲۲ : ۷۸) اور خدا کی راہ میں جہاد کرو، جیسا جہاد کرنے کا حق ہے، اس نے تم کو

حضرت یوسف علیہ السلام	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
	برگزیدہ کیا ہے۔
(۴) آپ کو تاویل احادیث کی تعلیم دی جائے گی۔	آپ عرب و عجم کو عقل و خرد کی تعلیم دیں گے۔ ویعلمہم الکتاب والحکمۃ (۶۲: ۴) اور اُن کو کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں
(۵) بھائیوں نے قتل اور کنوئیں میں گرانے کا مشورہ کیا۔	سورۂ انفال میں ہے: واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک (۸: ۳۰) جب کافر لوگ تمہارے بارے میں چال چل رہے تھے کہ تم کو قید کر دیں یا جان سے مار ڈالیں یا وطن سے نکال دیں
(۶) اس مشورہ میں دس بھائی شریک تھے۔	قریش کے یہ دس بطون تھے، جو سب سے زیادہ آپ کی مخالفت کرتے تھے اور جو سورۂ یوسف کے نزول کے بعد یکے بعد دیگرے مسلمان ہو گئے: بنو مخزوم، بنو عدی، بنو تیم، بنو اسد، بنو امیہ، بنو سہم، بنو جمح، بنو عبدالدار، بنو کعب اور بنو نوفل،
(۷) کنوئیں میں تین دن تک رہے۔	مدینہ کی طرف ہجرت کرتے وقت کفار قریش کے خوف سے آپ تین دن تک غار ثور میں مخفی رہے،
(۸) قافلہ والے دیکھکر خوش ہوئے۔	اوس و خزرج کے قافلہ نے عقبہ میں آپ سے ملاقات کی تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(۹) امراۃ العزیز اور زنان مصر نے ہر طرح کا لالچ دیا۔	روساء قریش نے حسین بیوی دولت اور حکومت کا لالچ دیا۔
(۱۰) کئی سال قید میں رہے	شعب ابی طالب میں آپ کئی سال قید رہے۔
(۱۱) جیل میں توحید کا اعلان کیا	موسم حج میں گھاٹی سے نکل کر توحید کا اعلان فرماتے۔
(۱۲) مصر کی حکومت ملی	تمام حجاز کی حکومت ملی۔
(۱۳) ابنائے یعقوب قحط میں مبتلا ہوئے۔	بعد از ہجرت قریش پر قحط کی وبا نازل ہوئی۔
(۱۴) رحم کی درخواست لے کر آپ کے پاس گئے۔	ابوسفیان نے تمام قریش کی طرف سے درخواست پیش کی۔
(۱۵) مصر کا غلہ بھائیوں کو دیا	مکہ کی منڈی نجد تھی جس کے رئیس ثمامہ بن اثال تھے آپ نے انھیں حکم دیا اور انہوں نے مکہ والوں کے لیے غلہ روانہ کیا۔
(۱۶) لاتثریب علیکم الیوم فرمایا۔	فتح مکہ کے روز آپ نے تمام کفار قریش کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آج میں تم سے وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا اور لاتثریب علیکم الیوم کہہ کر سب کو عفو عام عطا فرمایا۔
(۱۷) تمام خاندان مصر میں آکر آباد ہو گیا۔	قریش اور تمام قبائل عدنان آپ کی زندگی ہی میں مدینہ آکر آباد ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	حضرت یوسف علیہ السلام
آپ کے چچا عباس مسلمان ہو گئے: العم صنوابیہ۔	(۱۸) یعقوب نے آپ کا بے انتہا احترام کیا۔
مدینہ کی تشریف آوری کے نتائج دنیا کے سامنے ہیں	(۱۹) ہجرت جاہ وجلال کا سبب ثابت ہوئی

یہ چند باتیں ہیں جو غور و فکر کے بعد سپرد قلم کی گئی ہیں، جن سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ یوسف علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کس درجہ مشابہت اور مماثلت ہے، اگر آپ بھی دونوں کی زندگیوں کا درس مطالعہ کریں تو ان کے علاوہ اور بھی چیزیں نکل سکتی ہیں: فوق کل ذی علم علیم۔

انبیائے کرام کا طریق عمل

اور بہت سے آدمی گو تم کتنی ہی خواہش کرو، ایمان لانے والے نہیں ہیں، اور تم اُن سے اس کا کچھ صلہ بھی تو نہیں مانگتے، یہ قرآن اور کچھ نہیں، تمام عالم کے لیے نصیحت ہے، اور آسمان و زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں جن پر یہ گذرتے ہیں، اور ان سے اعراض کرتے ہیں، اور یہ اکثر خدا پر ایمان نہیں رکھتے، مگر اُس کے ساتھ شرک کرتے ہیں، کیا یہ اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر خدا کا عذاب نازل ہو کر ان کو ڈھانپ لے یا ان پر ناگہانی قیامت آجائے، اور انھیں خبر بھی نہو۔	(۱۰۳) وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ (۱۰۴) وَمَا تَسْأَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ (۱۰۵) وَكَأَيِّنْ مِنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ (۱۰۶) وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ (۱۰۷) أَفَأَمِنُوا أَنْ تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ۔

رسول اللہ کی شان تو یہ تھی کہ آپ ہر شخص کو مسلمان دیکھنا چاہتے تھے، اور اگر کوئی انکا

کرتا تو آپ کو اس سے سخت تکلیف ہوتی، یہاں تک کہ لسان الٰہی کو اس پر تنبیہ کرنی پڑی: لعلک باخع نفسک الا یکونوا مؤمنین، (۲۶: ۳) شاید تم اس رنج سے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے، اپنے تئیں ہلاک کر دو گے، ایک حدیث میں آتا ہے: انتم تتہافتون کتہافت الفراشۃ علی النار، وانا اخذ بحجزکم جس طرح پتنگے آگ میں گرتے ہیں اس طرح تم گرتے تھے، اور میں تمھیں کمر سے پکڑ پکڑ کر نکال رہا تھا کہ آگ سے بچ جاؤ، اب جو لوگ آپ پر ایمان نہیں لاتے، شاید ان کو یہ ڈر ہو کہ آپ طامع اور حریص ہیں، یاد رکھو اس باب میں انبیاء کرام کا ایک ہی طرز عمل رہا ہے، اور وہ یہ کہ ان میں سے ایک بھی اُجرت کا طالب نہیں ہوتا، دیکھیے نوح علیہ السلام فرماتے ہیں: ویقوم لا اسئلکم علیہ مالا ان اجری الا علی اللہ، (۱۱: ۲۹) اور اے بھائیو، میں اس نعمت کے بدلے تم سے مال و زر کا خواہاں نہیں ہوں، میرا صلہ تو خدا کے ذمے ہے، ہود کا بھی یہی ارشاد ہے: یقوم لا اسئلکم علیہ اجرا، ان اجری الا علی الذی فطرنی، (۱۱: ۵۱) بھائیو میں اس وعظ کا تم سے کچھ صلہ نہیں مانگتا، میرا صلہ تو اُس کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا، اور قرآن پر تو کوئی بھی معاوضہ طلب نہیں کر سکتا، اس لیے کہ یہ تمام عالم کے لیے ذکر اور نصیحت ہے۔

لوگوں کے سامنے روزمرہ ہزارہا نشانیاں آتی ہیں، مگر وہ ان سے عبرت اندوز نہیں ہوتے، اگر ارباب عقل و خرد اس قصہ یوسف ہی میں غور کریں تو انھیں معلوم ہو جائے گا کہ اس میں ایک امت کے برباد، اور دوسری کے زندہ ہونے کی پیشین گوئی کی گئی ہے، یہ تو عام لوگوں کا حال ہے، پھر جو ایمان دار ہوتے ہیں، اُن کی بھی یہ حالت ہوتی ہے کہ کچھ نہ کچھ شرک ان میں ضرور پایا جاتا ہے، خود مسلمانوں میں اس کے آثار قبر اور پیر پرستی کی صورت میں ملتے ہیں، تو کیا ان لوگوں کو اس امر کا خوف نہیں ہے کہ کہیں یکایک ان پر عذاب نازل نہ ہو جائے۔

عاقبت نگار

(١٠٨) قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا
اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ
اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (١٠٩) وَمَآ اَرْسَلْنَا
مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ
مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي
الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ
عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَدَارُ
الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا اَفَلَا
تَعْقِلُوْنَ (١١٠) حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ
الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا
جَاۗءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَاۗءُ
وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ
الْمُجْرِمِيْنَ۔

اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو میرا طریق تو یہ ہے کہ سب کو خدا
کی طرف بلاتا ہوں میں اور جو لوگ میرے پیرو ہیں وہ
ہم سب دین کے ایک معقول رستے پر ہیں اور اللہ پاک
ہے اور میں شرک کرنے والوں میں نہیں ہوں، اور ہم نے
تم سے پہلے بھی بستیوں ہی کے رہنے والے آدمی ہی بھیجے
تھے کہ ہم ان پر وحی نازل کیا کرتے تھے، تو کیا یہ لوگ
ملک میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھ لیتے کہ جو لوگ ان سے
پہلے ہو گئے ہیں ان کا انجام کیسا ہوا، اور کچھ شک نہیں
کہ جو لوگ پرہیزگار ہیں ان کے لیے عاقبت کا گھر بہتر ہے
تو کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے، یہاں تک کہ جب
پیغمبر ناامید ہو گئے اور ان کو ایسا واہمہ گذرا کہ ہمارے
ساتھ وعدہ خلافی تو نہیں کی گئی، تو عین وقت پر ہماری
مدد ان کے پاس آپہنچی، تو جس کو ہم نے چاہا بچا دیا
اور گنہگار لوگوں سے تو ہمارا عذاب ٹل ہی نہیں سکتا۔

گزشتہ آیت میں ان لوگوں کا ذکر تھا جو ایمان کے ساتھ شرک بھی کرتے ہیں، مگر اس باب میں رسول اللہ اور آپ کے اتباع کا طرز عمل بالکل صاف ہے، عیسائی، یہود، اور ہندو باوجود دعائے توحید مشرکانہ امور میں مبتلا ہیں، لیکن آپ اور آپ کی جماعت دنیا کو علی وجہ البصیرۃ صحیح توحید کی طرف بلاتی ہے اور صاف صاف اعلان کرتی ہے، کہ خدا کی ذات ان تمام نقائص و ذمائم سے پاک ہے جو مشرکین اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

اگر یہ لوگ رسول کا انکار اس لیے کرتے ہیں کہ وہ انسان ہی، تو انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ آج تک سوائے انسانوں کے اور کسی کو یہ عزت نصیب نہیں ہوئی، کیونکہ فرشتہ اور جن غیر جنس ہونے کی وجہ سے نمونہ نہیں بن سکتے، انکار کرنے والوں کو اپنے گرد وپیش نگاہ دوڑا کر اس بات کا یقین کر لینا چاہیئے کہ اس صورت میں وہ ضرور عذاب میں مبتلا ہوں گے، اور کامیابی صرف ارباب صلاح وتقوی ہی کو نصیب ہوگی۔

رسول کا فرض صرف تبلیغ و دعوت ہی، وہ اس میں اپنی انتہائی سعی وکوشش صرف کر دیتے ہیں، جب اس پر بھی اللہ کی امداد نہیں آتی، تو انھیں یہ گمان ہونے لگتا ہی کہ کہیں ہم نے خدا کے وعدۂ نصرت کو غلط تو نہیں سمجھ لیا، کیونکہ وہ تو کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا، بس جب خدا کی راہ میں قربانیاں کرتے کرتے یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہی تو اُس وقت قدوس حق نواز کی اعانت نازل ہوتی ہی، جو مجرموں کو نیست ونابود کر دیتی ہی۔

ہدایت و رحمت

(۱۱۱) لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَى وَلَكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ۔

اس میں شک نہیں کہ عقل والوں کے لیے ان لوگوں کے حالات میں بڑی عبرت ہی، یہ قرآن کوئی بنائی ہوئی بات تو ہی نہیں، بلکہ جو آسمانی کتابیں اس کے نزول سے پہلے موجود ہیں اُن کی تصدیق کرتا ہی، اور اس میں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان والے ہیں، ہر چیز کا تفصیلی بیان اور ہدایت اور رحمت ہی۔

قرآن حکیم امم سابقہ اور انبیاے کرام کے قصص واخبار بیان کرتا ہی، تو اس کی غرض افسانہ گوئی نہیں، جیسا کہ تورات کا طریق ہی، بلکہ مقصود عبرت و بصیرت، اور پند وموعظت ہی، استدلال

واستشہاد ہے اور یہ کہ آیندہ کے لیے ان سے اصول وکلیات اخذ کریں۔ اگر تم اس کتاب عزیز میں درس و فکر کرو گے تو تمہیں حسب ذیل چیزیں ملیں گی:

(۱) عبرۃ لاولی الالباب، ارباب عقل و بصیرت اس کو مستقبل کے لیے شمع ہدایت بنا سکتے ہیں۔

(۲) تصدیق الذی بین یدیہ، دنیا کی تمام قومیں ایک دوسرے کے بزرگوں کو برا کہتی، اور اُن کی کتابوں کو غلط قرار دیتی ہیں، مگر قرآن تمام انبیاے سابقین اور صحائف و اسفار آسمانی پر ایمان لانا ضروری قرار دیتا ہے، یہی ایک کتاب ہے جو تمام قوموں کو ایک میدان میں جمع کر سکتی ہے، اور جس سے عالم گیر برادری قائم ہو سکتی ہے۔

(۳) تفصیل کل شی، دنیا اور آخرت کی زندگی کے ہر شعبہ کی تفصیل ہے، جن مسائل کو کتب سابقہ نے اجمالاً بیان کیا تھا، قرآن انھیں مفصل و مبسوط بیان کرتا ہے۔

(۴) ہدی، نزول قرآن سے قبل ہر نبی اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا، وید ہندوؤں کے لیے، ژند و دستا مجوسیوں کے لیے، توراۃ یہودیوں کے لیے، اور انجیل صرف نصاریٰ کیواسطے تھی، مگر قرآن کا روے سخن عالم گیر ہے، اور اس کے سامنے تمام اقوام و ملل برابر ہیں، اسود و احمر میں کوئی تفریق نہیں ہے۔

(۵) رحمۃ، تمام قوموں میں کسی نہ کسی قسم کی باہمی تفریق موجود ہے، اچھوت ناپاک ہے، اور کبھی برہمن کے درجہ کو حاصل نہیں کر سکتا، قرآن نے بزرگی کا صرف ایک معیار قرار دیا ہے: ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم، اور ترقی کا رستہ سب کے لیے کشادہ کر دیا ہے۔

اب جو شخص اس کتاب عزیز سے تمسک و اعتصام کرے گا اُس کو اللہ کی رحمت ڈھانپ لے گی، اور وہ ہر جگہ فائز المرام ہوگا۔

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین،

تصانیف خواجہ محمد عبدالحی صاحب فاروقی

سلسلہ تفسیر

الفرقان فی معارف القرآن

اس لاویز ذہنی خیز تفسیر کے حسب ذیل حصص چھپکر طیار ہیں اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہے ہیں، امت مسلمہ کے مختلف طبقات نے اس کو بے انتہا قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے، جلد خریداری کی درخواست بھیج دیجئے ورنہ طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑے گا:

(۱) **الخلافۃ الکبریٰ** سورہ بقرہ کی تفسیر حجم ۴۵۰ صفحات قیمت فی جلد چار روپئے مجلد پانچ روپیہ

(۲) **بیان**، سورہ آل عمران " ۲۱۸ " " " ایک روپیہ بارہ آنہ

(۳) **الصراط المستقیم**، سورہ انفال و توبہ " ۲۲۴ " " " دو روپئے

(۴) **عبرت**۔ سورہ یوسف " ۹۶ " " " ایک روپیہ

(۵) **سبیل الرشاد**، سورہ حجرات " ۷۲ " " " دس آنے

(۶) **ذکریٰ**، تفسیر پارہ عم، زیر طبع ہے انشاء اللہ ایک ماہ میں نذر ناظرین کرام ہوگی

(۷) **بصائر**، قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام و فرعون اس قصہ کے متعلق قرآن کی تمام آیات کو اس طرح یکجا کر دیا ہے، اور اس عجیب و دلفریب طریق پر ان آیات کی تفسیر کی ہے کہ اس کا ایک ایک حرف مسلمانوں کے تمام موجودہ حالات پر صادق آتا ہے، حجم ۱۱۶ صفحات قیمت فی جلد چھ آنہ

(۸) **برہان**، سورہ نور کی تفسیر زیر جمع و ترتیب۔

ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

مطبع جامعہ ملیہ دہلی
زیر نگرانی شیخ محمد مجیب بی اے (آکسن)
سیّد محمد کرامت اللہ طابع
مکتبہ جامعہ ملّیہ اسلامیّہ قرول باغ دہلی
نے شائع کیا

ع - ۲ع ۲۹۷۶۱۳

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔